Presented by: https://jafrilibrary.com

دینِ حق عقل کی روشنی میں

مولانا سیّد صفدر حسین نجفی

امامیہ پبلیکیشنز ۱۷۔ نورچیمبرز گنپت روڈ لاہور پاکستان

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یا صاحب الزمانؑ ادرکنی

دینِ حق

عقل کی روشنی میں

مولانا سیّد صفدر حسین نجفی

پرنسپل جامعۃ المنتظر ؛ لاہور

امامیہ پبلیکیشنز

۱۷۔ نور چیمبرز، گنپت روڈ۔ لاہور

فون: ۲۵۱۵۲۲

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب ——— دین حق عقل کی روشنی میں
مصنف ——— مولانا سید صفدر حسین نجفی
تعداد ——— گیارہ سو
ناشر ——— امامیہ پبلیکیشنز
مطبع ——— حیدری پریس لاہور
کتابت ——— مولوی محمد سعید
قیمت ——— چھ روپے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فہرست

عرض ناشر	
پیش لفظ	
فکر و نظر	۸
خُدا	۱۰
توحید	۱۱
صفاتِ خدا	۱۲
عدل خدا	۱۳
خدا اور انسان	۱۴
قضا و قدر	۱۵
مسئلہ بدا	۱۷
احکامِ دین	۱۸
نبوّت	۱۹
نبوّت لطف ہے	۲۰
انبیاء کے لیے معجزے کی ضرورت	۲۲
عصمتِ انبیاء	۲۴
انبیاء اور اُن کی کتابیں	۲۵
اسلام	۲۵
قوانینِ اسلام کو جاری کرنے والی ہستی	۲۸
قرآنِ حکیم	۲۸
اسلام اور سابقہ شریعتوں کے ثابت ہونے کا طریقہ	۲۹
امامت	۳۲
عصمتِ امام	۳۳
امام کے صفات	۳۳
اطاعت ائمہ اہلِ بیتؑ	۳۶
محبّت اہلِ بیتؑ	۳۸
ائمہ اہلِ بیتؑ کے متعلق عقیدہ	۳۹
امامت نص سے ثابت ہوتی ہے	۴۰
ائمہ معصومینؑ کے اسماء مبارک	۴۲
امام مہدیؑ کا عقیدہ	۴۳
رجعت کا نظریہ	۴۶
تقیہ	۵۰
اہلِ بیتؑ نے اپنے شیعوں کو کیا آداب سکھائے۔	۵۲

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دُعا	۵۲
صحیفۂ سجادیہ کی دُعائیں	۵۹
زیارت مشاہد مقدسہ	۶۲
اہلِ بیت کے نزدیک شیعہ ہونے کے کیا معنی ہیں	۷۰
ظلم و جور	۷۳
ظالموں سے تعاون	۷۵
ظالم حکومت میں رہتے ہوئے کیا ذمہ داری ہے؟	۷۸
وحدتِ اسلامی کی دعوت	۷۹
مسلمان پر مسلمان کے حقوق	۸۳
قیامت بعث اور معاد	۸۸
معاد جسمانی	۸۸
فروعِ دین	۹۲
نماز	۹۲
اقسامِ نماز	۹۳
پنجگانہ نماز	۹۳
صبح کی نماز	۹۳
ظہر کی نماز	۹۴
عصر کی نماز	۹۴
مغرب کی نماز	۹۴
عشا کی نماز	۹۴
نماز کی تیاری	۹۵
وضو کی کیفیت	۹۵
اذان	۹۵
اقامت	۹۶
کیفیت نماز	۹۶
سُورۂ حمد	۹۶
سُورۂ اخلاص	۹۷
تسبیح جناب سیدہ	۹۸
روزہ، حج	۹۹
زکوٰۃ	۹۹
خمس	۱۰۰
مصرف خمس	۱۰۱
جہاد	۱۰۱
تولّا	۱۰۱
تبرّا	۱۰۱
امر بالمعروف	۱۰۲
نہی عن المنکر	۱۰۲
فروع دین میں تقلید ضروری ہے۔	۱۰۲
اجتہاد	۱۰۳
مقام مجتہد	۱۰۳

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب امامیہ پبلیکیشنز کی چھٹی پیش کش ہے جس کے ذریعہ نوجوان نسل کو عقل کی کسوٹی پر دینِ حق کو پرکھ کر اس پر ایمان و ایقان کی دعوت دی گئی ہے۔ اِس مختصر کتابچے میں نہ صرف اصُولِ دین، فروعِ دین کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ بلکہ چند انبیاءِ کرام کے معجزات و ادعیاء کے ذریعہ ایسی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی گئی ہے جو کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہو۔

ہم اِس پیش کش پر مولانا الحاج السید صفدر حسین صاحب نجفی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے تعاون سے ہم یہ کارِ خیر انجام دے سکے۔

ادارہ امامیہ پبلیکیشنز لاہور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی پیشکش کو اس صدی
کے عظیم شخص آیت اللہ العظمیٰ سیّد باقر الصّدر شہید کے نام
منسوب کرتا ہوں جو عراق کی اسلامی تحریک کی قیادت
کرتے ہوئے اپنی عالمہ ہمشیرہ کے ساتھ بڑی بیدردی
سے قتل ہو کر شہادتِ عظمیٰ کے مقام پر فائز ہوئے

سیّد صفدر حسین نجفی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فکر و نظر

یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ ہمارے پاس غور و فکر کرنے کی ایک قوت موجود ہے، جسے عقل کہتے ہیں اور وہ قوت مجبور کرتی ہے کہ ہم سوچیں سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ ہم سوچنے میں آزاد ہیں اور ہم پر یہ پہرہ نہیں بٹھایا گیا کہ فلاں چیز کے متعلق تو سوچیں اور فلاں کے متعلق نہ سوچیں لہٰذا ہمارے اپنے نفوس سے لے کر کائنات کے ہر ذرّے تک جو کچھ کائنات میں موجود ہے اس کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں۔ قوّت فکر کا ہونا پھر اس میں سوچنے کی صلاحیت کا پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ ہم حقائق تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔

دُنیا میں اس وقت سائنس کا دَور دَورہ ہے۔ سائنسدانوں کے بقول سائنس بہت سے حقائق سے پردہ اُٹھا چکی ہے لیکن اس کے دعوے کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق ہم سرِدست بحث نہیں کرتے۔ سائنس جس چیز پر بھی تحقیق کرتی ہے اس کا محور دو موضوع ہوتے ہیں۔

اوّل :۔ یہ کیا ہے اور کن اجزا پر مشتمل ہے۔

دوئم :۔ اس پر کون کون سے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

یہ سائنس کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ یہ دونوں مرحلے میرے نزدیک تشنہ ہیں جب یہ ٹوہ نہ لگائی جائے کہ اس کو کس نے پیدا کیا ہے اور سبب تخلیق کیا ہے۔

دُنیا کسی کتاب کے پڑھنے سے پہلے اس کے مُصنف کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے اور کسی تھیوری کو سمجھنے کے لیے اس کے پیش کرنے والے کا سُراغ لگاتی ہے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کتاب کا مصنف کوئی اہم شخص نہیں یا یہ تھیوری پیش کرنے والا کوئی ماہر فن نہیں تو اس کتاب یا اس تھیوری کی طرف توجہ تک نہیں دیتی حیرت کی بات ہے کہ سائنسدان روز بروز عجائب کائنات سے اپنے زعم میں پردہ اُٹھا رہے ہیں اور پھر کائنات کے ذرّے ذرّے کو منظم بھی سمجھتے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہیں۔ کائنات اور اشیائے کائنات میں ہم آہنگی کے تو قائل ہیں اور ہر ایک چیز کی حقیقت اور اس کے فوائد و اغراض پر تو ریسرچ ہو رہی ہے لیکن سب سے پہلے جس چیز کو سمجھنا چاہیئے تھا اور جس کی معرفت عقلی نقطۂ نظر کے مطابق ضروری تھی۔ اس سے مُنہ موڑے ہوئے ہیں۔ اصول عقلی تو یہی کہتا ہے کہ پہلے اس کو جانو جس نے کسی چیز کو پیدا کیا ہے پھر اس چیز کی حقیقت پر غور کرو بلکہ اگر پوچھ سکتے ہو تو سب سے پہلے اس سے پوچھو کہ اس کی حقیقت اور اس کے فوائد و اغراض کیا ہیں۔ اگر اس ڈھب پر کام ہوتا تو حقائق اشیاء اور ان کے فوائد کو سمجھنے میں بہت زیادہ آسانی ہوتی۔

دین و مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ جب آپ کو سوچنا ہی ہے تو پہلے خالق کے متعلق سوچیں، غور و فکر کریں اور عقلی طور پر اس کے سمجھنے کے جتنے ذرائع مل سکتے ہیں انھیں بروئے کار لائیں تاکہ دیگر حقائق تک پہنچنے میں آسانی ہو۔

جب سے دنیا آباد ہوئی ہے اور جتنے آثار و کتب یا تحقیق کے ذرائع ہمیں میسر ہوتے ہیں وہ یہی بتاتے ہیں کہ اس کائنات میں روز تخلیق ہی سے خالق کائنات کا تصور بلکہ اس کی تصدیق موجود ہے اور لادینی اتنی پرانی نہیں جتنا دین پرانا ہے۔ ہر زمانے کے عقلاء کی کثرت اسی عقیدے کو اپناتی رہی ہے کہ اس کائنات کا کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ضرور ہے اور خصوصیت کے ساتھ دینی آثار و کتب نے خالق کائنات کے ماننے اور اس کی معرفت حاصل کرنے پر جتنا زور دیا ہے اور کسی چیز پر نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ کھربوں کی تعداد میں محیر العقول مخلوق موجود ہے جس میں صنعت و حرفت و کمالات کے ایسے ایسے نمونے پائے جاتے ہیں کہ جن پر غور و فکر کرتے ہوئے عقلائے عالم کی عقلیں تھک گئیں۔ کیا یہ چیز انسان کو اس بات پر نہیں اُبھارتی کہ وہ پہلے یہ سوچے کہ اس طویل و عریض کائنات کو کس نے پیدا کیا ہے۔ اگر اس کی معرفت حاصل نہ کی تو اس کی تمام تحقیق اور علمی کاوش کوئی حیثیت نہ رکھے گی لیکن اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ جب تک انسان کی اپنی عقل و فکر مطمئن اور درجۂ یقین تک نہ پہنچے۔ کسی دین و مذہب یا کسی شخص کی رائے کا پابند ہونا کبھی مفید نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ عقل کے نزدیک خالق کائنات کی معرفت حاصل کرنے میں کسی کی تقلید کرنا یعنی دلیل کے بغیر

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کسی کی بات مان لینا جائز نہیں ہے۔ جن چیزوں کا عقائد و نظریات کے ساتھ تعلق ہے ان میں سے کسی میں بھی انسان کسی کا قول اس کی دلیل سے مطمئن ہوئے بغیر اپنا نہیں سکتا ورنہ اسے عقیدہ کہنا ہی درست نہیں۔ کیونکہ اگر آج ایک بات مان لی اور کل دوسرے نے کچھ کہہ دیا تو پہلا نظریہ ترک کر کے دوسرا نظریہ اختیار کر لیا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا تو ایسا انسان کبھی کسی ٹھوس عقیدے پر قائم نہ رہ سکے گا۔

ہماری گزشتہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ :

۱۔ تمام عقائد خصوصاً خالق کائنات کے وجود کے بارے میں غور و فکر کرنا ضروری ہے اور آنکھیں بند کر کے کسی کے نظریے کو اپنا لینا جائز نہیں۔

۲۔ غور و فکر کرنے اور کسی کی تقلید نہ کرنے کا حکم ہماری عقل ہمیں دیتی ہے۔ عقل یہ سمجھتی ہے کہ بغیر کسی کی تقلید کئے معرفت حاصل کرنا غور و فکر کرنا اور براہِ راست اصول کے سمجھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

خُدا :

خالق کائنات کا عقیدہ بہت قدیم ہے اور ہر قوم و ملک کے لوگ اس عقیدے کو اپناتے رہے ہیں۔ ہر زبان میں اس کے مختلف نام ہیں۔ عربی میں اسے اللہ کہتے ہیں۔ فارسی اور اُردو میں اسے لفظ خدا سے یاد کیا جاتا ہے۔

انسان اپنی فطرت میں کمال سے محبت اور نقص سے نفرت لے کر آیا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ کبھی کامل کے کمال اور ناقص کے نقص کا ادراک نہ کر سکے لیکن جب بھی اسے کہیں کمال نظر آئے گا تو وہ اس سے محبت کرے گا۔ بیوقوف سے بیوقوف انسان بھی نقص کی بناء پر کسی سے محبت نہ کرے گا۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ کوئی چیز خود بخود عدم سے وجود میں نہیں آسکتی۔ ہم اور ہمارے گرد و پیش کی ہر چیز، مخلوق موجود ہے اور ہر اثر اپنے مؤثر کا مرہون منت ہوتا ہے تو یقیناً کوئی ہے جس نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہو سکتی ہے۔ وافر

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مقدار میں خلق کی ہیں۔ لہٰذا فطرت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے اس محسن کو پہچانیں اور اس سے محبت کریں جو سب کا داتا ہے نہ اس میں کوئی عیب ہے نہ نقص بلکہ وہ ہر قسم کے کمالات کا مرکز ہے۔ وہ ایک ایسا اکیلا ہے جس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ اوّل ہے وہ آخر ہے، وہ حکیم ہے، وہ عادل ہے، وہ زندہ و قادر و غنی ہے۔ وہ ہر بات کو سُنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ اُن صفات سے متصف نہیں جن سے مخلوقات موصوف ہیں وہ نہ جسم ہے نہ صورت نہ جوہر ہے نہ عرض نہ اس میں ثقل ہے نہ خفت نہ حرکت ہے نہ سکون نہ اُسے مکان کی ضرورت ہے نہ زمانے کی حاجت۔ نہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے نہ آنکھیں اس کا ادراک کر سکتی ہیں نہ اس کی کوئی بیوی ہے نہ اولاد نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ ہم پلہ جو شخص مخلوق کے ساتھ اس کی شباہت کا قائل ہو مثلاً اس کے لیے چہرہ ہاتھ آنکھ کا تصور کرے یا یہ سمجھے کہ نچلے آسمان پر آتا ہے۔ اہلِ جنت کو چودہویں کے چاند کی طرح نظر آئے گا یا اس نے حضرت ابراہیم کے پاس آکر درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھایا تھا تو وہ گویا اس کا منکر ہے اور وہ اس خالق کی حقیقت سے بے خبر ہے جو تمام نقائص سے مبرّا اور منزّہ ہے۔ غرض کہ کسی صفتِ نقص و احتیاج کی نسبت اس کی طرف دنیا اس کے نہ پہچاننے کی علامت ہے۔

توحید :

خدا کو تمام جہات سے ایک ماننا چاہیئے۔ یعنی ذات و صفات میں اور افعال و عبادات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ایک ہی ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسی طرح وہ صفات میں ایک ہے یعنی اس کی صفات اس کی ذات سے علیٰحدہ نہیں اور اس کی صفاتِ ذاتیہ میں اس سے کوئی مشابہ نہیں۔ وہ علم و قدرت میں بے نظیر ہے اور خلق و رزق اور مارنے جلانے میں لاشریک ہے۔ اسی طرح اس کے غیر کی عبادت نہیں ہو سکتی اور نہ عبادت میں کسی کو اس کا شریک کیا جا سکتا ہے۔ واجب عبادت ہو یا مستحب جو کسی کو کسی بھی عبادت میں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس کا شریک قرار دے۔ وہ مُشرک ہے۔ ایک دکھاوے کی عبادت کرنے والا جو اس کے غیر کا تقرب حاصل کرنے کے لیے عبادت کرے۔ بُت پرست کا حکم رکھتا ہے۔ اس میں اور بُت پرست میں کوئی فرق نہیں۔

صفاتِ خُدا :

عقلی طور پر خدا کی صفات دو اقسام میں منقسم کی جا سکتی ہیں :

۱۔ صفات ثبوتیہ کمالیہ کہ جنہیں صفات جمال و کمال بھی تو کہہ سکتے ہیں مثلاً علم و قدرت ارادہ اور حیات وغیرہ یہ تمام صفات عین ذات ہیں یعنی یہ زائد بر ذات نہیں، ان کا وجود بس ذات ہی کا وجود ہے۔ اس کی قدرت عالم وجود میں اس کی حیات ہے اور حیات قدرت ہے۔ وہ قادر ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ حیّ و زندہ ہے اور اس لیے زندہ ہے کہ وہ قادر و توانا ہے۔ اس کی ذات و صفات میں کسی قسم کی دوئی نہیں البتہ ان الفاظ کے معانی و مفاہیم واضح طور پر جُدا جُدا ہیں لیکن حقیقتِ وجود ایک ہے۔ اگر یہ وجود میں مختلف ہوتیں تو چونکہ جب سے ذات ہے صفات بھی ہیں تو اس صُورت میں کئی ایک واجب الوجود ہوتے اور اس سے وحدت حقیقی ٹوٹ جاتی اور یہ بات عقیدۂ توحید کے منافی ہوتی البتہ وہ صفات ثبوتیہ جو اضافی ہیں مثلاً خالق، رازق، محیی، ممیت تو ان کی بازگشت ایک ہی حقیقی صفت کی طرف ہے۔ اسے قیوم مخلوقات ہونا کہتے ہیں۔ یعنی وہ مخلوقات کا نگہبان اور ان امور کا منظم و مدبر ہے یہ ایک ایسی صفت ہے کہ جس سے کئی ایک صفات مختلف آثار و ملاحظات کی بنا پر اخذ کی جاتی ہیں۔

۲۔ صفات سلبیہ کہ جنہیں صفات جلال بھی کہتے ہیں۔ ان سب کی بازگشت ایک سلب و نفی کی طرف ہے۔ اسے نفی امکان کہتے ہیں۔ (جو کچھ انسان کے تصور میں آتا ہے یا اس کے لیے ہونا ضروری ہے تو اسے واجب الوجود کہتے ہیں اور اگر نہ ہونا ضروری

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے تو اسے ممتنع الوجود کہتے ہیں اور اگر ہونا نہ ہونا برابر ہے تو اسے ممکن الوجود کہتے ہیں)
نفی کے لیے لازمہ ہے کہ جسم صورت حرکت سکون ثقل وخفت بلکہ ہر قسم کے نقص کی نفی کی
جائے پھر اس سلب امکان کی بازگشت حقیقت میں وجوب وجود کی طرف ہے اور
وجوب وجود صفات ثبوتیہ کمالیہ میں سے ہے۔ صفاتِ جلالیہ سلبیہ کی بازگشت بھی
صفات کمالیہ ثبوتیہ کی طرف ہے۔ لہٰذا اللہ تمام جہات سے اکیلا ہے۔ اس کی ذات
میں کسی قسم کی کثرت نہیں ہے اور نہ اس کی ذاتِ بے نیاز میں کوئی ترکیب ہے جناب
امیرالمومنین کا قول ہے کہ اس کا کمال اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفات کی نفی کی جائے
کیونکہ ہر صفت یہ گواہی دیتی ہے کہ وہ موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف گواہ ہے کہ
وہ صفت کا غیر ہے جس نے اس ذات پاک کی صفت بیان کی۔ اس نے اس کو صفت
کا قرین بنایا اور جس نے اس کو صفت کے ساتھ ملایا اس نے اس کو دو کر دیا اور جس
نے اس میں دوئی قرار دی۔ اس نے اس کا تجزیہ کیا اور جس نے اس کا تجزیہ کیا وہ
جاہل ہے۔

عَدلِ خُدا :

خدا کی صفات ثبوتیہ میں سے ایک صفت عدل ہے یعنی وہ عادل ہے ظالم نہیں نہ وہ
اپنے فیصلے میں ظلم کرتا ہے نہ حکم میں، وہ اطاعت کرنے والوں کو اس کا ثواب دے گا اور
اسے حق ہے کہ گنہگاروں کو سزا دے۔ وہ اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف
نہیں دیتا جتنے عتاب وسزا کے وہ مستحق ہیں۔ اس سے زیادہ عتاب نہ دے گا۔ وہ کسی اچھے
فعل کو ترک نہیں کرتا نہ کسی بُرے کام کو بجالاتا ہے۔ کیونکہ وہ اچھے کام کے کرنے اور بُرے
کام کے چھوڑنے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ اچھے فعل کی اچھائی اور بُرے فعل کی بُرائی کو جانتا ہے
وہ ہر کام سے بے پرواہ ہے نہ اچھے کام کرنے سے اسے کوئی فائدہ ہے کہ وہ اسے کرنے کا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کا محتاج ہو نہ بُرے کام کا محتاج کہ وہ اسے ضرور کرے۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ وہ حکیم و دانا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا ہر فعل حکمت کے مطابق اور بہترین نظام کے موافق ہو۔ اگر وہ فعل قبیح کا ارتکاب کرے جب کہ وہ اس سے بلند و برتر ہے تو معاملہ چار حالتوں سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ یہ کہ اسے اس فعل کا علم ہی نہ ہو کہ وہ بُرا ہے۔

۲۔ یہ کہ اس کی بُرائی کا تو اسے علم ہو لیکن وہ اس کے کرنے پر مجبور اور اس کے چھوڑنے سے عاجز ہو۔

۳۔ یہ کہ وہ اس کی بُرائی کو جانتا ہو اور اس کے کرنے پر مجبور بھی نہ ہو لیکن اسے اس کی ضرورت ہو۔

۴۔ یہ کہ بُرائی کا علم ہو۔ اس کے کرنے پر مجبور بھی نہ ہو۔ اسے اس کی ضرورت بھی نہ ہو لیکن وہ اس کام کو بغیر کسی مقصد کے انجام دے۔

چونکہ مندرجہ بالا چاروں صورتیں خدا کے لیے محال ہیں کیونکہ ان میں نقص لازم ہے اور وہ کمال محض ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اسے ظلم اور بُرے کام کرنے سے منزّہ اور پاک سمجھیں۔

خُدا اور انسان :

جب یہ معلوم ہو چکا کہ خدا ظلم نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ عقلی طور پر وہ اپنے بندوں پر اس وقت تک فرائض کا بوجھ نہیں ڈال سکتا۔ جب تک کہ ان پر حجت و دلیل قائم نہ کرے اور انھیں ایسی ذمہ داری نہیں سونپ سکتا کہ جس کی وہ سکت اور طاقت نہ رکھتے ہوں یا جو ان کے علم میں نہ ہو کیونکہ عاجز اور اس جاہل کو جو علم حاصل کرنے میں خود کوتاہی نہیں کرتے تکلیف دینا ظلم ہے۔ البتہ وہ جاہل جو علم تو حاصل کر سکتا ہے لیکن جان بُوجھ کر احکامِ خداوندی اور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تکالیف شرعی کی معرفت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ عقل کے نزدیک خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ اپنے مالک و خالق کا عقیدہ رکھنے کے بعد ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ ان احکام کو جانے کہ جن کی اسے ضرورت ہے۔ عقل کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ خدا اپنے بندوں کو مکلف قرار دے اور ان کے لیے راستوں کا تعین کرے اور وہ چیزیں انھیں بتلائے کہ جن میں ان کی اصلاح و خیر ہو اور انہیں دائمی سعادت اور ان چیزوں کی طرف جو ان کے مصالح میں داخل ہیں ہدایت کرے۔ اور جو چیزیں ان کے لیے فساد اور ضرر کا باعث اور برے انجام کا پیش خیمہ ہوں ان سے منع کرے۔ درآنحالیکہ خدا کو یہ علم بھی ہے کہ وہ اس کی اطاعت نہ کریں گے کیونکہ یہ اس کے لطف و کرم اور بندوں پر صاحب رحمت ہونے کا تقاضا ہے۔ خدا چونکہ بڑا مہربان اور رحیم ہے اور یہ چیزیں اس کے کمال مطلق میں داخل ہیں اس لیے محال ہے کہ وہ اس سے جدا ہو سکیں۔ یاد رہے کہ لطف و کرم اور مہربانی و رحمت اس وجہ سے نہیں اٹھ سکتیں کہ بندے اس کی اطاعت سے سرکشی کرتے ہیں اور اس کے احکام و مناہی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے۔

قضا و قدر :

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال میں مجبور ہیں۔ جو کچھ یہ کرتے ہیں اصل میں ان کا فاعل خدا ہے تو گویا گناہ کرنے پر انھیں خدا نے مجبور کیا ہے۔ اس کے باوجود وہ ان پر عذاب کرے گا۔ اسی طرح نیکیوں پر بھی اس نے مجبور کیا ہے اس کے باوجود انھیں ثواب دے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ اصل میں ان افعال کا فاعل تو خدا ہے۔ بندوں کی طرف ان کی نسبت محض مجازی ہے۔ کیونکہ وہ ان افعال کا ظرف ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ نہر جاری ہے۔ حالانکہ نہر میں پانی جاری ہے ظاہر ہے اس نظریے کا قائل خدا کو ظلم کی نسبت دیتا ہے۔ اس نظریے کو امام موسیٰ کاظمؑ نے بڑے آسان اور سادہ الفاظ میں سمجھایا ہے۔ اہل سنت کے ایک بہت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بڑے بزرگ نے آپ سے سوال کیا کہ گناہ کس کی طرف سے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ معاملہ تین حالتوں سے خالی نہیں۔

۱۔ یا گناہ صرف خدا کرتا ہے تو یہ انصاف نہیں کہ گناہ خدا کرے اور عذاب بندوں پر ہو۔

۲۔ یا گناہ خدا اور بندے دونوں مل کر کرتے ہیں تو سزا بھی مشترک ہونی چاہیئے۔

۳۔ چونکہ عقلاً دونوں صورتیں باطل ہیں۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ گناہ تنہا بندے کرتے ہیں۔

ایک دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ خدا نے اپنے افعال بندوں کے سپرد کر دیئے ہیں اور اپنی قدرت اور قضا و قدر ان سے اٹھا لی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے اس نے عملاً خدا کو اس کی سلطنت سے خارج کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں صحیح عقیدہ وہ ہے جسے آئمہ اہل بیت نے پیش کیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ لاجبر ولا تفویض ولکن امر بین امرین یعنی نہ تو خدا نے مجبور کر رکھا ہے نہ سب کچھ بندوں کے سپرد کر دیا ہے بلکہ ان دونوں امور کے بین بین ایک چیز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بندوں کے افعال اس لحاظ سے ہیں کہ وہ ان افعال کے حقیقۃً فاعل ہیں اور انھیں کی قدرت اور اختیار میں ہیں اور ایک جہت سے وہ خدا کے افعال ہیں کیونکہ وہ خدا کی دی ہوئی قدرت اور اس کی سلطنت میں ہو رہے ہیں اور کیونکہ وجود کا فیضان اور بخشش اسی کی طرف سے ہے اس لیے نہ تو اس نے بندوں کو ان کے افعال پر مجبور کیا ہے کہ گناہوں پر سزا دے کر ظالم قرار پائے نہ افعال بندوں کے سپرد کئے ہیں کہ وہ اس کے تسلط سے خارج ہوں بلکہ خلق کرنا اور حکم دینا اس کا کام ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بندے اس کے احاطۂ قدرت میں ہیں۔ بہر حال قضا و قدر خدا کے اسرار میں سے ایک راز ہے اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ نہ وہ جبر کرتا کہ ظلم لازم آئے نہ اس نے بندوں کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا ہے کہ ان سے کسی قسم کی باز پرس ہی نہ ہو۔ ایک عام سطح کے انسان کو اس مسئلے میں اس سے زیادہ غور و فکر کرنے کی ضرورت نہیں البتہ اگر کوئی محقق اس بحث کو سمجھنا چاہتا ہے تو علمائے اہل بیت کی مبسوط کتب کی طرف رجوع کرے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

مسئلہ بدأ :

بدائے کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ انسان کوئی ایسی رائے ظاہر کرے جو پہلے اس کے دل میں نہ ہو مثلاً انسان پہلے ایک کام کو اچھا سمجھ کر کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے پھر اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام مفید نہیں لہٰذا وہ اس ارادے کو بدل دیتا ہے کیونکہ پہلے وہ ان افعال کے مصالح اور مفاسد سے بے خبر ہوتا ہے۔

ظاہر ہے بدار کا یہ مطلب خدا کی نسبت محال ہے کیونکہ یہ جہالت و نقص ہے اور خدا جہل و نقص سے پاک ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ خدا کو بدار کے امور میں ندامت ہوتی ہے۔ وہ خدا کا منکر ہے اور جو یہ گمان کرے کہ خدا کے لیے کسی ایسی چیز کا ظہور ہوتا ہے جسے گزشتہ کل وہ نہیں جانتا تھا تو میں اس سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں صحیح نظریہ وہی ہے جسے خدا نے قرآن مجید فرمایا ہے۔

خدا جسے چاہتا ہے محو کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے ثبت کر دیتا ہے۔ اصل کتاب اسی کے پاس ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم کسی نبی یا ولی کی زبانی کسی چیز کو ظاہر کر دیتا ہے پھر کسی مصلحت کی بنا پر اسے محو کر دیتا ہے جو ظاہر شدہ امر کے خلاف ہو جاتا ہے لیکن خداوند عالم کو اس کا علم پہلے ہی سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ جناب اسماعیلؑ کے واقعے میں ہوا جب ان کے والد گرامی حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ ایک شریعت کے ذریعے دوسری گزشتہ شریعت کے احکام کا منسوخ ہونا یا ایک ہی شریعت کے بعض احکام کا کچھ مدت کے لیے منسوخ ہونا مسئلہ بدار کے تحت ہے۔ اور یہ چیز کوئی خلاف عقل نہیں کہ بعض مصالح کی بنا پر پہلے کسی چیز کا اظہار کیا جائے پھر اس کو محو کر کے اس کی جگہ دوسری چیز ایجاد کی جائے یا دوسرا حکم جاری کیا جائے۔ مذہب شیعہ پر بعض حضرات نے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ناواقفیت کی بنا پر اعتراض کیا ہے لیکن جو شخص ہمارے اس بیان کو بغور سمجھنے کی کوشش کرے گا تو حقیقت حال اس پر واضح ہو جائے گی۔

احکامِ دین :

چونکہ عقل کے نزدیک احکام پانچ قسم کے ہیں۔ اس لیے شریعت کے بھی پانچ ہی احکام ہیں :۔

۱۔ **واجب** : وہ فعل جس کا کرنا نہایت ضروری ہو اور جس پر ایسے مصالح، مرتب ہوتے ہوں کہ عقل کی بارگاہ میں اس کا بجالانا ضروری اور ترک کرنا بُرا ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس وغیرہ۔

۲۔ **حرام** : وہ فعل جس کا نہ کرنا ضروری ہو کیونکہ اس کے ارتکاب پر کئی مفاسد مرتب ہوتے ہوں کہ جن سے بچنا عقل کے نزدیک نہایت ضروری ہو مثلاً زنا، شراب خوری وغیرہ۔

۳۔ **مستحب** : وہ فعل جس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو مثلاً جمعہ یا عید کے دن غسل کرنا۔

۴۔ **مکروہ** : وہ فعل جس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہو مثلاً کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔

۵۔ **مباح** : وہ فعل جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو مثلاً پانی میں برف ڈالنا۔

لہٰذا جن افعال میں مصلحت ہی مصلحت ہو خدا انھیں واجب قرار دیتا ہے۔ اور جن میں فساد ہی فساد ہو۔ انھیں حرام کہتا ہے جن میں مصلحت زیادہ ہے وہ مستحب ہیں اور جن میں نفع کی نسبت نقصان زیادہ ہے۔ انھیں مکروہ قرار دیتا ہے اور جن کے دونوں پہلو برابر ہیں۔ وہ مباح و جائز ہیں۔

جب ساری کائنات اس کی مخلوق ہے اور ہم اس کے بندے ہیں تو ضروری ہے کہ ہر کام میں اس کا حکم جاری و ساری ہو۔ کوئی چیز اللہ کے حکم واقعی سے خالی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے ہم اس کے حکم کو سمجھ نہ سکیں لیکن یہ محال ہے کہ خدا ایسے امور کا حکم دے کہ جن میں فساد ہی فساد ہو اور ایسے امور سے روکے جن میں مصلحت ہو۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

البتہ یہ ذہن میں رہے کہ مصلحت و فساد کی بازگشت بندوں کی طرف ہے نہ کہ خدا کی طرف۔ جب ہم کہتے ہیں کہ خدا اس فعل کا حکم دیتا ہے یا اس سے منع کرتا ہے تو اس سے بندوں کی مصلحت یا ان کے لیے فساد مُراد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ تو مستغنی بالذات ہے نہ اس کو کسی چیز کی ضرورت ہے نہ کسی چیز سے اسے نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ وہ فضول چیزوں کا نہ حکم دیتا ہے نہ بے مقصد کسی چیز سے روکتا ہے۔

نبوت :

جب انسان اس کائنات کے مالک و مختار کو مدبر امور تسلیم کرلے اور تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ یہ ساری کائنات انسان کی وقتی ضروریات کے لیے بنائی گئی ہے تو عقل اس کی رہبری کرے گی کہ وہ یہ بھی سوچے کہ جس خدا نے اتنی وسیع کائنات تخلیق کی ہے جس کا احصا سائنس کی دنیا بھی نہیں کرسکتی اور جس میں انسان مختلف قسم کے فوائد حاصل کرتا ہے۔ اسی بے نیاز ہستی نے مجھے کیوں پیدا کیا۔ لہٰذا عقل و حکمت کا تقاضا ہے کہ بنانے والا یا تو براہِ راست یا بالواسطہ بتائے کہ تم کس لیے پیدا کئے گئے ہو اور چونکہ تمام بنی نوع انسان میں یہ قابلیت نہیں کہ اس سے بلاواسطہ فیض تربیت حاصل کرسکے اس لیے یہ سنّت خداوندی قائم ہوئی کہ وہ اجرائے نبوت کرے۔ نبوت خدا کی طرف سے ایک بھاری فریضہ اور سفارت ہے جو خدا انجام کرتا ہے۔ اپنے صالح بندوں یا کامل اولیاء میں سے وہ جسے چاہے چن لیتا ہے۔ خود اس کا انتخاب کرتا ہے اور پھر اسے لوگوں کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو دنیا و آخرت کے منافع و مصالح سمجھائے اور ان سے بُرے اخلاق اور فاسد عادات کا زنگ اُتار کر انھیں حکمت معرفت خیر و سعادت کے راستوں کی طرف مائل کرے تاکہ انسانیت اپنے اس کمال تک پہنچ سکے جو شایانِ شان ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جو خالق اپنے بندوں پر لطف و کرم کرتا ہے وہ اپنے رسُول اور پیغمبر نوع بشر کی ہدایت اور اصلاحی پیغام کی ادائیگی کے لیے بھیجے تاکہ وہ انبیاء اللہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کے سفیر اس کے خلفاء اور ہدایت خلق میں اس کے جانشین قرار پائیں اور چونکہ اسے اپنے پیغام کی ذمہ داری انھیں سونپنی ہے۔ اس لیے اسے اپنے سفیر و جانشین کے تعین و انتخاب کا حق بھی ہے یہ حق نہ اس نے اپنی مخلوق کو دیا ہے نہ مخلوق اس حق کی اہل ہے کہ وہ خالق و مالک اور اپنے درمیان کسی کو ہدایت کا واسطہ قرار دے۔ اس میں مخلوق کو کوئی اختیار نہیں بلکہ یہ سارے کا سارا معاملہ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے کیونکہ وہ اعلم حیث یجعل رسالتہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے۔ اب جس کو خدا ہادی اور جنت و ثواب کی بشارت دینے اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجے نہ مخلوق اس پر اپنا حکم چلا سکتی ہے نہ اس کے احکام و سنن و شرائع میں کیڑے نکال سکتی ہے بلکہ خدا کی خدائی اور نبی کی نبوت ثابت ہو جانے کے بعد عقل یہی حکم لگاتی ہے کہ انہی کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے۔

نبوت لطف ہے:

انسان ایک عجیب و غریب مخلوق ہے۔ اس میں کئی قسم کے قوی پائے جاتے ہیں۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اسے فساد اور برائی کی طرف کھینچتی ہیں اور کچھ خیر و اصلاح کی طرف لے جاتی ہیں۔ جب اس میں نفسانی خواہشات اپنی اغراض کو ترجیح دینا اور شہوت انسانی کی اطاعت و پیروی کرنا پایا جاتا ہے تو وہ ہر ایک پر غالب رہنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کی رعایا بن کر رہے وہ اپنی دنیاوی زندگی اور مال و متاع کے حاصل کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگانے کو تیار رہتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ اس میں عقل بھی ہے جو اسے اچھی چیزوں کی طرف ہدایت کرتی ہے اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ ظاہر ہے اگر عقل اس کے میلانات طبعی پر غالب آجائے تو وہ مقام بلند اور انسانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو جائے گا اور کہہ سکے گا کہ

دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

اور اگر خواہشات نفسانی کا غلبہ ہو تو پستی کے گڑھے میں گرتے گرتے جانوروں کے زمرے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

میں شمار ہوگا اور چونکہ خواہشات نفسانی کا غلبہ عام ہوتا ہے۔ اس لیے آپ کو اکثر افراد ایسے ہی نظر آئیں گے جو گمراہی میں ڈوبے ہوئے اور ہدایت سے دُور ہوں گے۔ دوسری طرف انسان ان تمام حقائق اور اشیائے عالم کے اسرار سے بے خبر اور ان تک رسائی سے عاجز ہے۔ نہ خود ان چیزوں کے سمجھنے کی طاقت رکھتا ہے جو اس کے لیے مفید و مضر ہیں اور نہ ان امور کو جان سکتا ہے جو اس کی سعادت و شقاوت کا باعث ہیں۔ خواہ وہ اس کی اپنی ذات سے متعلق ہوں یا نوع انسانی اور اس کے معاشرے سے تعلق رکھتے ہوں بلکہ اس کی جہالت ان امور میں اور بڑھتی جاتی ہے۔ لہٰذا انسان کو سعادت اور نیک بختی کے درجات پر فائز ہونے کے لیے ایسے ہادی و رہبر کی سخت ضرورت ہے جو اسے سعادت و ہدایت کے واضح راستے بتلائے تاکہ عقل کے لشکر میں قوت پیدا ہو اور وہ اپنے سخت گیر دشمن پر غالب آسکے۔ انسان کو ہادی و رہبر کی ضرورت اس وقت لاحق ہوتی ہے۔ جب اس کا نفس اسے دھوکہ دے۔ نفس انسان کے افعال کو بڑے حسین پیرائے میں اس کے سامنے لاتا اور جادۂ حق سے منحرف راستوں کو بڑی خوبصورتی سے پیش کرتا ہے۔ اس کے سامنے اچھے افعال کو بُرا اور بُرے افعال کو اچھا کر کے دکھاتا ہے بلکہ عقل کے لیے صلاح و سعادت اور تعلیم آخرت کو مشتبہ بنا دیتا ہے اور عقل یہ فیصلہ نہیں کر پاتی کہ وہ فعل حسن ہے یا قبیح اور ہم سب اس میدان میں شکست کھا جاتے ہیں۔ اسی پر اس شخص کے لیے بھی یہ معاملہ مشکل ہو جاتا ہے جو تمدن و ثقافت کے گہوارے میں پلا ہو چہ جائیکہ وہ شخص جو وحشیانہ اور جاہلانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو تمام اچھائی اور درستی کے راستوں تک پہنچائے اور ان چیزوں کی معرفت حاصل کرے جو اس کے لیے دنیا و آخرت میں مفید و مضر ہوں۔ خواہ ان کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہو یا معاشرے اور گرد و پیش کے حالات سے۔

ایسے حالات میں واجب ہے کہ خداوند عالم لوگوں پر لطف و رحمت کرتے ہوئے ایسا پیغمبر بھیجے جو ان میں سے ہو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرے ان کو پاک کرے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ انھیں ان چیزوں سے ڈرائے جن میں ان کے لیے فساد ہو اور ان چیزوں کی بشارت دے جن میں ان کی بھلائی ہو خداوندِ عالم کی طرف سے ان پر لطف وکرم اس لیے بھی ضروری ہے کہ وہ کمال مطلق ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے جواد وکریم ہے۔ جب محل وظرف قابلیت رکھتا ہو تو خداوندِ عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بندوں پر لطف وکرم کرے۔ کیونکہ اس کے خزانۂ رحمت میں نہ کوئی کمی ہے نہ جود وسخا میں کوئی نقص۔

جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز خدا پر واجب ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم خدا پر حکم لگاتے ہیں کہ وہ ہماری اطاعت کرے۔ خدا اس سے بلند وبالا ہے یہاں وجوب کے معنی وہی ہیں جو آپ کے اس قول میں ہیں کہ خدا واجب الوجود ہے یعنی خدا کے لیے وجود لازم ہے۔

انبیاءؑ کیلیے مُعجزے کی ضرورت :

جب یہ بیان ہو چکا کہ خدا کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے لیے کوئی ہادی ورہبر بھیجے تو یہ بھی ضروری ہے کہ شخصی طور پر اس کی پہچان بھی کرائے کیونکہ جب وہ اس کا نمائندہ ہے اور اس کا معین کرنا اس کی ذمہ داری ہے تو پھر اس کا تعارف بھی اسی کی طرف سے ہونا چاہیئے اور وہ تعارف اس امر پر منحصر ہے کہ اس کی رسالت پر کوئی دلیل نصب کرے اور وہ دلیل اس نوعیت کی ہو کہ جو خالق کائنات اور مدبّر موجودات کے علاوہ کسی سے صادر نہ ہو سکے یعنی وہ نوع بشر کے تصورات کی سطح سے بلند ہو۔ اس دلیل کو اس رسول وہادی کے ہاتھ پر جاری کرے تاکہ لوگ اس کے معترف بنیں۔ اسی دلیل کو معجزے کا نام دیا جاتا ہے معجزہ اسے کہتے ہیں جس کا مقابل اور جس کی مثل لانے سے نوع بشر عاجز ہو۔ جس طرح نبی کے لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ وہ اسے لوگوں پر ظاہر کرے اور ان پر حجت قائم ہو۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اس معجزے کا اعجاز لوگوں کے سامنے اس طرح واضح ہو کہ اس وقت کے علما اور صاحبان فن اس کے مقابلے سے عاجز ہوں اور جب اہل فن وکمال اس سے عاجز ہو جائیں گے تو معلوم

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہو جائے گا کہ وہ قدرت بشر سے مافوق ہے اور صاحب معجزہ عام نوع بشر کی سطح سے بلند ہے۔ اس اتصال روحی کے سبب جو اسے مدبر کائنات سے حاصل ہے جب کسی شخص سے معجزہ خارق عادات ظہور پذیر ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ دعوائے نبوت بھی کرے تو اس وقت وہ اس کا مستحق ہے کہ لوگ اس کے دعوے کی تصدیق کریں۔ اس کی رسالت پر ایمان لائیں اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ اسی لیے یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر نبی کا معجزہ ان علوم و فنون کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا جو اس کے زمانے میں مشہور و معروف تھے۔ جناب موسیٰؑ کا معجزہ وہ عصا تھا جو جادو اور جھوٹ موٹ کی چیزوں کو نگل جاتا تھا۔ کیونکہ آپ کے دور میں جادو ایک مشہور و معروف فن تھا جب عصا آیا تو اس نے ان کے اس باطل عمل کو رد کر دیا انہیں یقین ہو گیا کہ وہ ان کی قدرت اور طاقت سے اونچا ہے اور وہ اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ اسی طرح اندھوں کو بینا کرنا، مبروص کو شفا بخشنا اور مُردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰؑ کا معجزہ تھا۔ یہ معجزہ ایسے وقت میں آیا جب علم طب کا دور دورہ تھا لیکن وہ باکمال اطبا حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کے سامنے بے بس ہو گئے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمیشہ رہنے والا معجزہ قرآن مجید ہے وہ ایسے وقت میں آیا جب فن بلاغت کی شہرت تھی۔ اور فصحاء و بلغاء اپنے حسن بیان اور بلندی فصاحت کی بنا پر تمام لوگوں کی نظر میں مقدم تھے۔ قرآن بجلی کی طرح آیا۔ اور اس نے انھیں بتایا کہ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور جب وہ قرآن کی ایک سورت لانے کا چیلنج بھی قبول نہ کر سکے تو انھوں نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور زبان کی بجائے سنان کے مقابلے کی پناہ لی اسی عمل نے ثابت کر دیا کہ قرآن معجزہ ہے اور چونکہ اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ دعوائے رسالت کے ساتھ ساتھ لائے ہیں یقیناً آپ رسول ہیں جو حق کو لے کر آئے ہیں اور حق کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

عصمتِ انبیاء :

جب یہ معلوم ہو گیا کہ انبیاء و مرسلین کا ہونا ضروری ہے اور ان کی صداقت کے لیے ان کے پاس معجزے کا ہونا بھی ضروری ہے تو اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے انھیں کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیئے اس سلسلے میں خدا کے نمائندے کی سب سے اہم صفت عصمت ہے۔ عصمت کے معنی چھوٹے بڑے گناہوں اور خطا و نسیان سے پاک ہونا ہے بلکہ ضروری ہے کہ صاحب عصمت خلاف مروّت چیزوں مثلاً بذلہ سنجی چلتے ہوئے کھانا اور قہقہہ لگا کر ہنسنے سے بھی پاک ہو۔ وجوب عصمت کی دلیل یہ ہے کہ اگر نبی سے کوئی گناہ یا خطا و نسیان سرزد ہو جائے تو اس فعل کا اتباع ہم پر واجب ہو گا تو گویا ہم نے خدا کی اجازت سے گناہوں کو بجا لانے کو جائز قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ امر ہدایت عقل و دین کے ساتھ باطل ہے اور اگر اس کا اتباع واجب نہیں تو یہ امر نبوّت کے منافی ہو گا۔

علاوہ ازیں پیغمبر سے جو قول و فعل بھی سرزد ہو گا۔ ہمیں اس میں گناہ یا خطا کا احتمال ہو گا۔ ایسی حالت میں کسی چیز میں بھی اس کی اطاعت واجب نہ ہو گی اور اس کے بھیجنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ پھر تو نبی عالم لوگوں کی طرح ہو جائے گا جس کے کسی قول یا فعل پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور جب اس کے اوامر کی اطاعت حتمی اور یقینی نہ رہے گی تو اس کے قول و فعل پر علی الاطلاق بھروسہ نہ ہو گا۔

یہی دلیل بعینہٖ امامت کے بارے میں بھی جاری ہو گی کیونکہ وہ بھی ہدایت نوع بشر کے لیے نبی کی جانشینی میں اللہ کی طرف سے مقرر ہے جس طرح نبی کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ امام بھی خلقی اور عقلی صفات میں اکمل و افضل ہو مثلاً شجاعت سیاست تدبر صبر و حلم فطانت و ذکاوت میں وہ اتنا بلند ہو کہ اس کے علاوہ کوئی بشر ان صفات میں اس کا مثل نہ ہو کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کو تمام مخلوق پر ریاست کلی و عمومی حاصل نہ ہو گی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور نہ اس میں اتنی قوت و طاقت ہوگی کہ وہ تمام عالم کو مطیع کر سکے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال زادہ ہو اور اعلانِ رسالت سے قبل ہر قسم کے رذائل و پست امور سے پاک ہو تاکہ لوگوں کے دل اس کی طرف سے مطمئن ہوں اور ہر شخص اس کی طرف مائل ہو اور وہ خدا کے عطا کردہ عظیم منصب کے مستحق بھی ہو۔

انبیاء اور ان کی کتابیں :

اجمالی طور پر ہر خدا پرست کو یہ ایمان رکھنا چاہیئے کہ تمام انبیاء مرسلین حق پر تھے۔ کسی مسلم الثبوت نبی کی نبوّت کا انکار یا اسے سب و شتم کرنا یا اس کا مذاق اُڑانا سراسر کفر اور زندیقیت ہے۔ تمام انبیاء پر خواہ وہ صاحبان شریعت ہیں مثلاً حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ، اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور وہ جن کا تذکرہ قرآن مجید نے کیا ہے ایمان لانا ضروری ہے اور جس شخص نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا گویا اس نے تمام کا انکار کر دیا۔ اسی طرح ان کی کتب اور جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے ان پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے باقی رہیں وہ تورات و انجیل جو اس وقت لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں تو ان کے متعلق یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ یہ تحریف شدہ ہیں بلکہ جو کچھ ان میں موجود ہے۔ سب کا سب ان دو بزرگ انبیاء کرام کے بعد ان کے ظاہری پیروکاروں اور اتباع کرنے والوں کی گھڑی ہوئی چیزیں ہیں۔

اِسلام :

اِس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کوئی شخص یہ مان لیتا ہے کہ میرا اور اس ساری کائنات کا کوئی خالق و مالک ہے۔ تو اسے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ اسلام ہی کو اپنا دین تسلیم کرے جس کے معنی اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کرنا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض انبیاء کی اُمتوں نے اپنے دین کے نام اشخاص پر رکھ لیے۔ لہٰذا مرورِ زمانہ اور عدم توجہ کی بنا پر اب صرف آخری نبی کے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

لائے ہوئے دین ہی کو اسلام کہا جاتا ہے اور اس دین کے ماننے والوں کو مسلم کہتے ہیں۔ اب جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو یہی دین سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے اور اس کتاب میں بھی ہماری مراد اسی دین سے ہے۔ یہی اسلام حقیقی شریعت خداوندی ہے۔ یہ تمام شریعتوں کا خاتم ان سے زیادہ کامل و اکمل اور سعادت بشری کے عین موافق و مطابق ہے اس میں یہ صلاحیت ہے کہ رہتی دُنیا تک بغیر کسی تغیّر و تبدل کے باقی رہے۔ یہ نوع بشر کی انفرادی و اجتماعی ضروریات کا حامل ہے اور چونکہ یہ تمام شریعتوں کا خاتم ہے اور اس کے بعد اب کوئی شریعت نافذ نہ ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی ایسا دن آئے کہ جس میں دین اسلام کو ایسی طاقت و قوّت حاصل ہو جائے کہ وہ ساری دُنیا کو عدل و انصاف اور قوانین و احکام کے ذریعے گھیرے اور اگر شریعت اسلام کے تمام قوانین صحیح طور پر اس زمین پر نافذ ہو جائیں تو نوع بشر کی سلامتی اور سعادت و نیک بختی کی تکمیل ہو جائے اور رفاہ عامہ عزّت و وقار وسعت رزق آرام و آسائش اور اخلاق فاضلہ اس درجہ کمال پر پہنچ جائیں کہ جن کے متعلق انسان ایک عرصے سے خواب دیکھ رہا ہے۔ ظلم و جور کا خاتمہ ہو اور عام لوگوں کے درمیان محبت اور بھائی چارہ کی فضا قائم ہو جائے۔ اس وقت لوگوں کی جو شرمناک حالت نظر آرہی ہے۔ اس کی حقیقی وجہ یہی ہے کہ دین اسلام کو شروع ہی سے اپنایا نہیں گیا۔ اسی لیے ہم مسلمانوں کی حالت مسلسل بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ مسلمان دین اسلام سے متمسک ہونے کی بنا پر ہر چیز میں پیچھے رہنے کے شکار نہیں ہو گئے بلکہ اس کے برعکس دینی تعلیمات سے سرکش ہونے، اس کے قوانین کی اہانت کرنے اور ظلم و جور کا ساتھ دینے نے ان کے آگے بڑھنے کی سکت کو شل کر دیا اور ان کی رُوحانیت و معنویت کو ملیامیٹ کر دیا۔ خداوند عالم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا۔ کیونکہ وہ کسی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اس چیز کو نہیں بدلتے جو ان کے نفسوں میں ہے۔ یہ اللہ کی سنّت ہے کہ مخلوق میں مجرم لوگ فلاح و نجات حاصل نہیں کر پاتے اور خدا ظلم کر کے بستیوں کو تباہ نہیں کرتا۔ جب تک ان بستیوں میں رہنے والے اچھا کام کریں۔ ظاہر ہے دین اسلام سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اُمت مسلمہ کو ذلت و پستی سے نکالے جب کہ وہ اس کے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تردیک کاغذ پر پڑی ہوئی سیاہی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ نہ اسلام کی تعلیمات پر عمل ہو رہا ہے نہ مسلمان اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند دیدہ ہے۔ مسلمان دین کے احکام کو قدیم زمانے سے لے کر اب تک چھوڑے ہوئے ہے اور جس قدر زمانہ بڑھتا جا رہا ہے۔ مسلمان فرقوں، گروہوں اور جماعتوں میں بٹتے جا رہے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو ہلاک کر رہے ہیں اور ایسے نظریات اور امور کی وجہ سے کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں جو نہ سمجھ میں آتے ہیں اور نہ ان کے مقاصد میں داخل ہیں۔ وہ اپنے ذہن کے جوہر اور اپنے معاشرے کے مصالح کو چھوڑ کر خلقت قرآن، رجعت، تخلیق جنت و دوزخ کے جھگڑوں میں لگے ہوئے ہیں۔ ان مسائل سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے منحرف ہو کر ہلاکت و تباہی کے راستے پر گامزن ہیں اور جہالت و گمراہی نے انھیں گھیر رکھا ہے۔ وہ بیہودہ باتوں، بے مغز نظریوں، تھکا دینے والے خرافات و اوہام اور جنگ و جدال میں لگے ہوئے ہیں۔ وہ ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا گرے ہیں جس کی گہرائی سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ مغربی استعمار نے مسلمانوں کے علاقے ہتھیا کر انہیں کو پستی کے اس گڑھے میں پھینک دیا ہے جس سے پھر نکل آنا سخت مشکل ہو گیا ہے۔

مسلمانوں کے لیے اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ اپنے گریبان میں جھانکیں اپنے نفوس کا محاسبہ کریں۔ اپنے آپ کو اور آنے والی نسلوں کو دین کے پختہ عقائد سے روشناس کرائیں تاکہ ظلم و جور ان کے درمیان سے محو ہو جائے اور ان میں ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ وہ اس مصیبتِ عظمیٰ سے نجات حاصل کر سکیں اور کرۂ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دیں۔ دینِ اسلام تمام ادیان کا خاتم ہے۔ دنیا کی اصلاح کی اُمید اس دین کے علاوہ کسی دین سے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایسے امام کی ضرورت ہے جو چمٹے ہوئے اوہام، بدعات اور گمراہیوں کو دُور کرے اور نوعِ بشر کو اس فساد، ظلم، دائم جور، مسلسل بد اخلاقی اور اہانتِ مذہب حق سے چھٹکارا دلائے اور انھیں ابدی نجات دے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

قوانینِ اسلام کو جاری کرنے والی ہستی :

تاریخِ عالم سے تھوڑی بہت سُوجھ بُوجھ رکھنے والا بھی یہ جانتا ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ ہاشمی ہی دینِ اسلام لانے والے نوعِ بشر کو نظامِ اکمل و اصلح دینے والے، جن و انس اور دُنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کا جامع پروگرام پیش کرنے والے ہیں جو سترہ ربیع الاوّل ۵۷۱ء میں شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں والد کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصے بعد ماں بھی داغِ مفارقت دے گئیں اور ان کی جگہ جدِّ امجد جناب عبدالمطلب نے تربیت کی ان کی وفات کے بعد سے ۴۰ء بعثت تک آپ کے چچا ابوطالب نے خدمت و حفاظت کی۔ آپؐ کے چالیس سالہ عمل کو دیکھ کر کفارِ مکہ نے آپؐ کو صادق و امین کے القاب سے پکارنا شروع کیا۔ اس عرصے میں نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اچانک اعلان رسالت کر کے ایسا جامع و اکمل دین پیش کیا جو گزشتہ انبیاء کی تعلیم کی تکمیل اور رہتی دنیا تک کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ ایسے اخلاق بتائے کہ ان سے بہتر اخلاق نہیں۔ ایسے احکام نافذ فرمائے کہ جن کی نظیر ملنی محال اور ایسے عقائد و نظریات پیش کیے کہ کوئی عقل سلیم رکھنے والا ان پر نکتہ چینی نہیں کرسکتا۔ یہی سبب ہے کہ حضورؐ الاطلاق سب سے افضل ہیں۔ آپؐ ایسے سید البشر ہیں کہ کوئی آپ کی سیادت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپؐ ہی ابتدائے آفرینش سے لے کر صبح قیامت تک کے لیے صاحب خلق عظیم ہیں۔

قرآن حکیم :

قرآن کریم وحی خداوندی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی پر نازل ہوئی۔ اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ وہ حضورؐ کا ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے جس کی فصاحت و بلاغت اور حقائق و معارف کا مقابلہ کرنے سے نوع بشر عاجز ہے نہ اس میں تغیر ہوا نہ تحریف جو قرآن آج ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ وہی قرآن ہے جو نبی اکرمؐ پر نازل ہوا یہ خدا کا وہ کلام ہے کہ باطل نہ اس کے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اس کے معجزہ ہونے کی یہی دلیل ہے کہ جتنا زمانہ آگے بڑھتا جارہا ہے اور علوم وفنون کی ترقی ہو رہی ہے وہ اپنی تروتازگی مٹھاس اور مقاصد واذکار کی بلندی پر باقی ہے نہ اس کے کسی ثابت شدہ علمی نظریے کی تکذیب ہوتی ہے نہ وہ کسی یقینی حقیقتِ فلسفیہ کے نقص کا متحمل ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے علماء و فلاسفہ کی بلند و بالا تصنیفات ہیں مگر ان میں کوئی نہ کوئی بھول وہ بات اور نظریے کی غلطی ظاہر ہوتی ہے۔ علمائے یونان مثلاً سقراط، افلاطون اور ارسطو جن کی عظمت اور بلندی کا ہر ایک نے اعتراف کیا ہے وہ بھی اس نقص سے پاک نہیں ہیں۔

چونکہ قرآن کلام خدا ہے۔ لہٰذا قول و عمل دونوں طریقوں سے اس کا احترام ضروری اور واجب ہے۔ اس کلام کے کسی جز کو بھی نجس حالت میں چھونا گناہ ہے۔

اسے مَس نہیں کر سکتے مگر وہ جو پاک و پاکیزہ ہیں۔ (قرآن) اسے نہ صرف جنابت و حیض و نفاس میں مَس کرنا گناہ ہے بلکہ اسے جلانا پھینکنا گندگی سے آلودہ کرنا۔ پاؤں سے رگڑنا یا ایسی جگہ رکھنا جو حقیر سمجھی جاتی ہے منکرین میں شمار ہونے اور دین سے خارج ہونے کا سبب ہے۔

اسلام اور سابقہ شریعتوں کے ثابت ہونے کا طریقہ :

اگر کوئی شخص ہم سے اسلام کی صحت و درستی کے سلسلے میں بحث کرے تو ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ اسے اسلام کے متعلق قرآنی معجزات سے مغلوب کریں۔ اسی طرح ہم اپنے شکی نفس کو بھی مطمئن کر سکتے ہیں رہ گئیں گزشتہ شریعتیں مثلاً یہودیت اور نصرانیت تو ہم ان کے لیے کوئی دلیل اور حجت نہیں رکھتے نہ ان ادیان پر کسی نفس کو مطمئن کر سکتے ہیں کیونکہ ان کا قرآن مجید کی طرح ہمیشہ رہنے والا معجزہ باقی نہیں۔ اس وقت جو تورات و انجیل ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو ان میں ایسی کوئی چیز نہیں جو یہ صلاحیت رکھتی ہو کہ وہ ہمیشہ رہنے والا معجزہ بن سکے۔ ہم مسلمانوں پر جو اہلِ شرائع سابقہ کی نبوت کی تصدیق لازم ہے تو یہ اس لیے ہے کہ دینِ اسلام کی تصدیق کے بعد ان امور کی تصدیق ضروری ہے جو دین اسلام لایا۔ انہی میں انبیائے سابقین کی نبوت بھی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اسلام کی تصدیق دراصل گزشتہ ادیان کی تصدیق ہے اور اسلام پر ایمان لانا درحقیقت سابق انبیاءؑ و مرسلین پر ایمان لانا ہے۔ لہٰذا مسلمان پر واجب نہیں کہ وہ ان شریعتوں اور ان کے انبیاء کے معجزات کی صداقت کے متعلق بحث و تمحیص کرتا پھرے کیونکہ وہ تو مسلمان ہے اور وہ شریعتِ اسلام پر ایمان لا چکا ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص دینِ اسلام کی صحت میں بحث و تمحیص کرے اور اس پر دینِ اسلام کی صحت ثابت نہ ہو تو اس پر عقلاً واجب ہے کہ وہ دین نصرانیت کی صحت کے متعلق بحث کرے کیونکہ اسلام سے قبل وہ آخری دین ہے۔ اب اگر اس پر بھی یقین نہ آئے تو وہ دینِ یہودیت کی جانچ پڑتال کرے کیونکہ نصرانیت سے قبل دینِ یہودیت ہے۔ اسی طرح وہ بحث و تمحیص کرتا رہے یہاں تک کہ اسے کسی ایک دین کی صحت کا مکمل یقین ہو جائے یا وہ سب کو چھوڑ دے۔ اس کے برعکس اگر ایک شخص کی نشوونما دین یہودیت یا دینِ نصرانیت پر ہوئی ہے تو یہودی کو اپنے دین کا اعتقاد اس سے بے پرواہ نہیں کر سکتا کہ وہ دین نصرانیت اور دین اسلام کے متعلق بحث و تمحیص کرے بلکہ اس پر عقلاً واجب ہے کہ وہ فکر و نظر اور معرفت حاصل کرے۔ اسی طرح ایک عیسائی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کو کافی سمجھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ دین اسلام کی صحت کو جانچے اور جب تک بحث و تمحیص نہ کرے وہ قناعت کر کے بیٹھ نہ جائے کیونکہ یہودیت یا نصرانیت کسی ایسے دین کی نفی نہیں کرتی جو ان کے بعد آیا ہے نہ جناب موسیٰؑ نے جناب عیسیٰؑ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہ آئے گا تو ان یہود و نصاریٰ کے لیے کس طرح جائز ہے کہ وہ اپنے عقیدے پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں اور اپنے دین پر ڈٹے رہیں۔ فطرت عقل کے تقاضے کے مطابق ان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ناحق دعوے کی جانچ پڑتال کریں اور اگر ثبوت بہم پہنچے تو اپنا دین ترک کر کے دین اسلام اختیار کریں۔ اب رہا آخری دین کا معتقد مسلمان تو نہ اس پر گزشتہ ادیان کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ نہ گزشتہ نبیوں کی جن کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے۔

گزشتہ ادیان کی تصدیق تو اس لیے ضروری نہیں کہ اسلام ہی ان کا تصدیق کنندہ ہے اور وہ شریعت اسلام کے ذریعے منسوخ ہو چکے ہیں لہٰذا ان کے احکام اور ان کی کتابوں پر عمل کرنا ضروری

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نہیں، رہ گئے بعد والے دعویٰ شدہ دین تو ان کے متعلق سوچ بچار اس لیے ضروری نہیں، کیونکہ نبی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ؐ خود ہی فرما چکے ہیں کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور چونکہ رسول اپنی خواہش نفس سے (جب تک وحی الٰہی نہ ہو) نطق نہیں فرماتے اس لیے آپ کے بعد کسی نبوت کی صحت کی دلیل کی تلاش بے سود ہے۔

البتہ ایک مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے راستے پر گامزن ہو جس پر چل کر اسے اطمینانِ قلب حاصل ہو۔ کیونکہ حضورؐ کے انتقال کو کافی عرصہ گزر چکا ہے اور اس عرصے میں مختلف نظریات پیدا ہو گئے ہیں اور لوگ کئی فرقوں اور کئی گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان انہی احکام کی پیروی کرے گا جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے خدا نے نازل فرمائے لیکن مجبوری یہ ہے کہ اسے کس طرح علم ہو کہ یہ احکام بعینہٖ اسی طرح کے ہیں جس طرح نازل ہوئے۔ نہ تو ان کی نماز ایک ہے نہ باقی عبادات متفق علیہ ہیں۔ پھر ایک مسلمان آخر کس طریقے سے نماز پڑھے اور دوسری عبادات کس طرح بجا لائے۔ اسی طرح نکاح طلاق وراثت خرید و فروخت میں کن احکام کی پیروی کرے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان معاملات میں وہ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرے یا اس دین کے سامنے جھک جائے جس پر اس کے خاندان والے اور دوست و احباب چل رہے ہیں لیکن دین کے معاملے میں دیکھا دیکھی یا اندھی تقلید کا کوئی مقام نہیں۔ اس لیے اسے یقین پیدا کرنا ہوگا کہ ان تمام راستوں میں سے بہتر راستہ کونسا ہے جس کے متعلق وہ یہ اعتماد رکھتا ہو کہ اس کے اور خدا کے درمیان جو فرائض اور ذمہ داریاں اس کے ذمے تھیں۔ ان سے وہ فارغ الذمہ ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اس مذہب اور طریقے کے اخذ کرنے اور اس کے احکام کا اتباع کرنے سے نہ اس پر عتاب ہوگا نہ خدا کی طرف سے اس کی سرزنش ہوگی۔ یہ بات شریعت عقل و فکر میں جائز نہیں کہ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اس پر اثر انداز ہو۔

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا گیا ہے۔ (قرآن)

بلکہ انسان اپنے نفس پر بابصیرت ہے۔ (قرآن)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بیشک یہ تو ایک یاددہانی ہے۔ پس جو چاہے وہ اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔ (قرآن)

اب ہر مسلمان کو یہ خود سوچنا ہے کہ آیا وہ اہل بیت رسالت کے راستے کو اختیار کرے یا دوسرے لوگوں کی راہ پر چلے۔ اگر اہل بیت کے راستے کو اختیار کرنا ہے تو کیا صحیح راستہ شیعہ اثنا عشری کا ہے یا دوسرے فرقوں والا ہے۔ اور اگر اہل سنت کے طریقے کو اپنائے تو چار مذاہب اہل سنت کی تقلید کرے یا ان مذاہب کی پیروی کرے جو اس وقت تقریباً ختم ہو چکے ہیں اب ہم امامیہ اثنا عشری کے عقیدے کے مطابق مسئلہ امامت کی بحث کرتے ہیں۔

امامت :

خداوند عالم نے قرآن مجید میں اپنے نمائندوں کے لیے چار الفاظ استعمال کئے ہیں :

۱۔ نبی ——— ۲۔ رسول ——— ۳۔ امام ——— ۴۔ خلیفہ

اس بات پر اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ سرکار رسالتؐ کے بعد پہلے دو لفظوں کا استعمال خدا کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے کسی شخص کے لیے جائز نہیں اور جو ان دو الفاظ کو انہی معنوں میں کسی اور کے لیے استعمال کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس بات پر بھی اُمت مرحومہ کا اتفاق ہے کہ آخری دو الفاظ کا اطلاق آنحضرتؐ کے بعد صحیح ہے۔ اب معمولی غور و فکر سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب یہ چاروں منصب خدا کی طرف سے ہیں تو ان کا تعین و تقرر بھی اسی کی طرف سے ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ہوتا رہا۔ دو منصب آنحضرتؐ کے بعد ختم ہو گئے اور دو باقی رہ گئے۔ اگر بعد کے دونوں منصب کا تعلق دین خدا سے ہے تو ان کا تقرر بھی خدا ہی کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں یہ دونوں منصب بھی اصول دین سے تعلق رکھتے ہیں اور ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک امامت اور خلافت الٰہیہ کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ اور اس میں باقی عقائد کی طرح آباؤ اجداد، خاندان و تربیت کنندگان کی تقلید جائز نہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی بزرگ کیوں نہ ہوں۔ اور اس پر اس جہت سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نہ اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ خدا کی طرف سے ہر عاقل و بالغ پر جو ذمہ داریاں فرض کی گئی ہیں۔ ان سے عہدہ برآ ہونا عقلی طور پر واجب ہے اور چونکہ یہ فرائض قطعی طور پر معلوم نہیں ہیں۔ لہٰذا ان میں ایسے شخص کی طرف رجوع کرنا عقلاً ضروری ہے جس کی پیروی کرنے سے یقین پیدا ہو۔ ایسا ہی شخص ہادی یا امام ہوگا۔

جب یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ امامت خدا کی طرف سے نبوت کی طرح لطف ہے تو ہر زمانے میں ایک امام کا ہونا بھی ضروری ہے جو نبی کا جانشین ہو وہ نبی کی طرح نوع بشر کی ہدایت اور رہبری کرے۔ لوگوں کے حالات و مصالح اور ان کے درمیان عدل و انصاف کرنے کی تدبیر کرے تاکہ دنیا سے ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائے۔ اسی بنا پر امامت نبوت کا استمرار ہے اور جو دلیل رسولوں کے بھیجنے اور انبیاء کے مبعوث ہونے کے لیے ضروری ہے۔ بعینہٖ وہی رسول کے بعد امام کے نصب کے لیے بھی ضروری ہے۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ امامت اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی۔ جب تک خدا کی طرف سے زبان رسالت یا اس امام سے پہلے امام کی زبان سے نص قائم نہ ہو جائے۔ امامت لوگوں کے اختیار کرنے اور انتخاب کرنے سے ثابت نہیں ہوتی لہٰذا انھیں یہ حق نہیں کہ جب کسی کو چاہیں امام متعین کر دیں اور جب اس کے تعین کو چاہیں ترک کر دیں تاکہ ان کے لیے امام کے بغیر رہنا بھی صحیح ہو لیکن حدیث رسولؐ سے ثابت ہے

"جو مر جائے اور اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرا"

اسی بنا پر کوئی زمانہ امام مفترض الطاعۃ سے خالی نہیں رہ سکتا۔ خواہ نوع بشر اس کا اقرار کرے یا انکار کرے۔ خواہ اس کی مدد کرے یا نہ کرے۔ اس کی اطاعت کرے یا نہ کرے وہ حاضر ہو یا لوگوں کی نگاہ سے غائب ہو کیونکہ جس طرح نبی کے لیے غائب ہونا جائز ہے مثلاً حضرت عیسیٰؑ کا غائب ہونا یا سرکار رسالتؐ کا غار میں غائب ہونا اسی طرح امام کا غائب ہونا بھی جائز ہے۔ خواہ یہ غیبت طویل ہو یا مختصر ارشاد قدرت ہے۔

اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔ (رعد)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کوئی ایسی اُمت نہیں کہ جس میں ڈرانے والا نہ رہا ہو۔ (فاطر)

عصمتِ امام :

چونکہ امام کو نبی کی جگہ ہر کام کرنا ہے اور اس کے فرائض کی ذمہ داری امام پر عائد ہوتی ہے اس لیے جو صفات نبی میں عقلاً ہونی چاہئیں۔ وہی امام میں بھی ضروری ہیں اس لیے امام کو تمام رذائل و فواحش سے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی مہد سے لحد تک عمداً و سہواً معصوم ہونا چاہیئے کیونکہ آئمہ شریعت کے محافظ اور نگہبان ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی حالت نبی جیسی ہوتی ہے اور جو دلیل عصمت انبیاءؑ کے لیے ضروری متصور ہوتی ہے۔ وہی امام کی عصمت کے لیے بھی ضروری ہے۔ یوں بھی اللہ کے لیے یہ کوئی انوکھی بات نہیں کہ وہ تمام عالم کے کمالات ایک شخص میں جمع کر دے۔

امام کے صفات :

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبی کی طرح تمام صفات کمال میں تمام لوگوں سے افضل ہو مثلاً شجاعت و کرم، عفت و پاکدامنی، صدق و عدل، تدبیر، عقل و حکمت وغیرہ جہاں تک امام کے علم کا تعلق ہے تو وہ تمام معارف اور احکام الٰہی نبی یا اپنے سے پہلے امام کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور اگر اسے کسی نئی چیز کے جاننے کی ضرورت ہوتی ہے تو الہام کے ذریعے معلوم کر لیتا ہے۔ یہ الہام اس قوت قدسیہ کے ذریعہ ہوتا ہے جو خدا نے اس میں ودیعت کی ہے پھر وہ اس میں نہ خطا کرتا ہے نہ اسے اشتباہ ہوتا ہے اور اس سلسلے میں وہ براہین عقلی یا اساتذہ کا محتاج نہیں ہوتا اس لیے تو سرکار رسالتؐ نے اپنی ایک دعا میں فرمایا :

خدایا میرے علم میں زیادتی فرما

عقائدِ امامیہ کے مصنف فرماتے ہیں کہ علم نفسیات کی تحقیقات میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کہ ہر انسان کی زندگی میں ایک یا کئی ایک گھڑیاں ایسی آتی ہیں کہ وہ بعض چیزوں کو حدس یعنی چھٹی حس کے ذریعے معلوم کر لیتا ہے جو الہام کی ایک فرع ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قوت مختلف انسانوں میں شدت وضعف اور زیادتی وکمی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ ایسی گھڑی میں ایک انسان کا ذہن معرفت کی طرف پرواز کرتا ہے۔ نہ اس میں مقدمات براہین واستدلال کو ترتیب دیتا ہے نہ اساتذہ سے کچھ حاصل کرتا ہے۔ ہر انسان اس امر کو اپنی زندگی کے فرصت کے لمحات میں محسوس کرتا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو پھر عقلاً جائز ہے کہ ایک ایسا بھی انسان ہو جو قوتِ الہامیہ کے اعلیٰ واکمل درجے پر فائز ہو اور ہر قسم کی حدث اور خطا سے پاک ہو۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ امام کی قوت الہام جسے قوت قدسیہ بھی کہتے ہیں۔ کمال کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے نفس قدسیہ کی صفا وجلا کی وجہ سے یہ استعداد رکھتا ہے کہ معلومات کو ہر وقت اور ہر حالت میں حاصل کر سکے۔ اس کے نفس قدسیہ پر معلوم کا انعکاس اس طرح ہوتا ہے جس طرح دیکھی جانے والی چیزوں کا عکس صاف وشفاف آئینے پر پڑتا ہے جس میں کسی قسم کا اشتباہ یا ابہام نہیں ہوتا۔

یہ چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی زندگی کی طرح اہل بیت کی زندگی میں روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انھوں نے بچپن سے لے کر سن رشد تک نہ کسی معلم سے تربیت حاصل کی نہ کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ باوجود اس کے ان کا علمی مقام وہ ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور جس مسئلے کے متعلق ان سے سوال کیا گیا۔ اسی وقت بغیر کسی توقف کے انھوں نے جواب دے دیا اور کبھی کلمۂ لا ادری یعنی میں نہیں جانتا جاری نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے کوئی شخص خواہ وہ علماء میں سے ہو یا فقہاء میں سے ایسا نہیں ملے گا جس کے حالاتِ زندگی میں یہ مذکور نہ ہو کہ اس نے فلاں کی شاگردی کی فلاں سے علم حاصل کیا، فلاں سے روایت اخذ کی اور فلاں فلاں مسائل میں اس نے توقف کیا یا ان مسائل میں اسے اشتباہ ہوا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اطاعت ائمہ اہل بیت :

چونکہ آئمہ نبی کے قائم مقام ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ صاحبانِ امر ہیں۔ ان کی اطاعت کا حکم خود خداوند عالم نے دیا ہے۔ اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں۔ وہ اللہ کے دروازے ہیں اور اس تک پہنچانے والے راستے ہیں اور اس کی طرف رہبری کرتے ہیں وہی خدا کے علم کے ظرف اور وحی کے ترجمان ہیں۔ وہ خدا کی توحید کے ارکان اور اس کی معرفت کے خزینہ دار ہیں۔ وہ اہل زمین کے لیے اسی طرح امان ہیں۔ جس طرح ستارے اہل آسمان کے لیے امان ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کی مثال اس اُمت میں کشتی نوح جیسی ہے جو اس میں سوار ہوگیا نجات پاگیا اور جو اس سے دور رہا غرق ہوگیا۔

یہ اللہ کے معزز اور مکرم بندے ہیں جو بات کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ (قرآن)

اللہ نے ان سے ہر قسم کی پلیدگی اور گندگی دُور رکھی اور انھیں اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ ہونے کا حق ہے۔ (قرآن)

ہم تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا حکم اللہ کا حکم ہے اور ان کی نہی اللہ کی نہی ہے۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ان کا دوست اللہ کا دوست ہے اور ان کا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ ان کے قول کو رد کرنے والا رسولؐ کے قول کو رد کرنے والا ہے اور رسولؐ کے قول کو رد کرنے والا خدا کے قول کو رد کرنے والا ہے۔ لہٰذا ان کے احکام کی اطاعت کرنا اور ان کے قول کو اپنانا واجب ہے اسی لیے تو ہم کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ الٰہی صرف انھیں کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے ہیں اور کوئی عاقل و بالغ انسان ان کے غیر کی طرف رجوع کرکے بری الذمہ نہیں ہو سکتا نہ اپنے نفس اور خدا کے سامنے وہ مطمئن ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اپنے اوپر عائد کردہ فرائض کو ان کے طریقے سے ادا نہ کرے تو اس کشتی نوح میں سوار نہیں ہو سکتا جس کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نشاندہی خود پیغمبر اسلام نے کی تھی۔

اس زمانے میں امامت کی بحث میں یہ بات ہمارے لیے اہمیت نہیں رکھتی کہ ہم ثابت کریں کہ ائمہ معصومینؑ شرعی خلیفہ اور خدائی سلطنت کے مالک تھے۔ اس لیے حکومت اور سلطنت بھی انھیں کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ اس کے ثابت کرنے سے نہ وہ دور پلٹ سکتا ہے نہ چھینے ہوئے حقوق ان کے اصل مالکوں کو مل سکتے ہیں جو چیز اس وقت اہم ہے وہی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں کہ وہ احکام شرعیہ جو حضورؐ لے کر آئے تھے ان میں ان کی طرف رجوع کرنا ضروری اور لازمی ہے اور ان راویوں اور مجتہدین سے احکام حاصل کرنا جو ان کے چشمۂ فیض سے سیراب نہیں ہوئے اور جنھوں نے ان کے نور علم سے روشنی حاصل نہیں کی۔ دین کے درست اور صحیح راستے سے دوری کا سبب ہے۔ اس سے ایک ذمہ دار شخص ان فرائض سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا جو خدا کی طرف سے اس پر فرض کئے گئے ہیں کیونکہ جب مختلف گروہ اور فرقے اپنے آراء اور نظریات میں مختلف ہیں اور اختلاف بھی ایسا ہے کہ جس میں اتفاق کی امید نہیں تو اب ایک ذی ہوش انسان کے لیے یہ گنجائش نہیں کہ وہ کسی مذہب اور کسی رائے کو اختیار کرے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خوب جانچ پڑتال کرے۔ یہاں تک کہ اسے کسی خاص مذہب کے تعین پر اپنے اور اپنے خدا کے درمیان قطعی دلیل حاصل ہو جائے اور اسے یقین ہو جائے کہ وہ اس ذریعے سے خدا کے احکام تک پہنچ سکتا ہے جس طرح اسے یہ یقین ہے کہ ایسے احکام موجود ہیں جو اس پر واجب کئے گئے ہیں۔ اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ یقین پیدا کرے کہ وہ ان سے بری الذمہ ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نازل شدہ احکام خداوندی کے مرجع اہل بیت رسالتؑ ہیں اور نہیں تو کم از کم آنحضرتؐ کے اس ارشاد گرامی کو دیکھ لیں کہ

یقیناً میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اہل بیت جو میری عترت ہیں۔ اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ یاد رکھو کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ (حدیث رسولؐ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بالا کہ اگر تم ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ ہدایت کے حصول کی بہترین دلیل ہے۔ اب اگر انھیں چھوڑ کر کوئی انسان کسی اور راستے کو اپنائے تو کیا وہ خدا اور رسولؐ کی بارگاہ میں مقبول ہو سکتا ہے؟ جب حضورؐ نے دو چیزیں ہمارے لیے چھوڑی ہیں اور کسی ایک کا تمسک کافی نہ سمجھا تو ہمیں ان دونوں کو اکٹھا پکڑنا چاہیئے تاکہ ہم گمراہ نہ ہوں۔ اس حدیث کا یہ فقرہ بھی نہایت واضح ہے کہ حوض کوثر کے کنارے تک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ پھر اگر کوئی شخص اسی دنیا میں ان دونوں کو الگ کر دے تو وہ ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ میرے لیے قرآن کافی ہے یا قرآن کے ساتھ دوسروں کی پیروی کرے تو وہ اپنے انجام کو خود ہی سمجھ سکتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کشتی نجات اور اہل زمین کے لیے امان ہیں اور جو ان سے الگ ہو گیا وہ غرق ہو گیا۔ اب اس حدیث سے یہ مراد لینا کہ فقط انؑ کی محبت کا دم بھرا جائے لیکن انؑ کے قول و فعل پر عمل نہ کیا جائے۔ حقیقت میں حق سے فرار ہے۔ یہ کوتاہی یا تعصب کی وجہ سے ہے یا مطلب کی غلط تفسیر اس غفلت کا سبب ہے۔ بہر حال خدا ایسے لوگوں کو صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محبت اہل بیتؑ :

ارشاد قدرت ہے :

کہہ دیجئے اے رسولؐ کہ میں رسالت کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ (سورہ شوریٰ)

اہل بیت سے تمسک کرنے کے وجوب کے علاوہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ان کی مودت و محبت کو اپنا دین قرار دے۔ کیونکہ اس آیت میں خداوند عالم نے لوگوں سے جس چیز کا اجر

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

رسالت کے طور پر سوال کیا ہے۔ اسے مودت قربیٰ میں منحصر کر دیا ہے اور نبی اکرمؐ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ ان کی محبت علامت ایمان اور ان سے بغض علامت نفاق ہے جس نے ان سے محبت کی اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ سے بغض رکھا۔ اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے جس میں کوئی نزاع یا شبہ نہیں کہ ان کی محبت ضروریات و بدیہات دین اسلام میں سے ہے۔ البتہ نواصب ایک گروہ ہے کہ جنہیں دشمن اہل بیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا نصب العین دشمنی اہل بیت ہے۔ اسی لیے وہ ثابت شدہ ضرورتِ اسلامیہ کے منکر ہے۔ حالانکہ اگرچہ وہ ظاہراً شہادتین کا اقرار کرتا ہو۔ اللہ نے جو ان کی محبت و مودت فرض کی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ محبت اور ولا کے اہل ہیں اور چونکہ وہ مقرب بارگاہِ الٰہی ہیں۔ اس لیے خدا کے نزدیک قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جو شرک اور تمام گناہوں سے پاک ہیں جو کہ اس کے دار کرامت اور ساحت رضا سے دوری کا باعث ہیں۔ کیونکہ خدا علی الاطلاق گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کی محبت کو فرض قرار نہیں دے سکتا نہ خدا کی کسی کے ساتھ رشتہ داری ہے نہ دوستی اس کے نزدیک سب لوگ اس کے بندے اور مخلوق ہونے کے لحاظ سے ایک جیسی نسبت رکھتے ہیں اور خدا کے نزدیک معزز و مکرم صرف وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ رکھتا ہو۔ اب اگر خدا نے ان کی محبت تمام لوگوں پر واجب کی ہے تو ان کو سب سے زیادہ متقی اور ہر صفت میں افضل و اکمل ہونا چاہیئے ورنہ ان کا غیر محبت کا زیادہ حقدار ہو گا یا یہ لازم آئے گا کہ خداوندِ عالم بعض اشخاص کو وجوب محبت و ولایت میں عبث و فضول اور بلا استحقاق و کرامت فضیلت دے دیتا ہے۔

ائمہ اہل بیت کے متعلق عقیدہ :

باوجودیکہ ہم ائمہ اہل بیتؑ کو سرکارِ رسالتؐ کے بعد تمام مخلوق سے تمام صفات

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کمال میں افضل و اعلیٰ مانتے ہیں لیکن ہم ان کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو غالیوں یا علویوں کا ہے بلکہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ظاہری طور پر بشر ہیں جو چیزیں ہمیں نفع دیتی ہیں انھیں بھی نفع دیتی ہیں اور جو ہمارے لیے مضر ہیں وہ ان کے لیے بھی مضر ہیں۔ البتہ) وہ خدا کے ایسے مکرم بندے ہیں کہ جنھیں اس نے اپنی کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اپنی ولایت عطا کی ہے کیونکہ وہ علم و تقویٰ، شجاعت و کرامت، عفت و عصمت، اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ میں تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اسی بنا پر وہ اس کے مستحق قرار پائے کہ وہ امام و ہادی ان چیزوں میں لوگوں کے لیے ہوں جو احکام و دانائی کی باتوں میں سے اور دین کے بیان کرنے اور تشریح احکام اور قرآن کی تفسیر و تاویل میں نفع مند ہوں۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس ہماری طرف سے آئے۔ ان چیزوں میں سے جس کا ہونا مخلوق میں جائز و روا ہے لیکن تم اسے نہ جانتے ہو نہ سمجھ سکتے ہو تو اس کا انکار نہ کرو اور اس کو ہماری طرف پلٹا دو اور جو کچھ تمہارے پاس آئے ہماری طرف سے ان چیزوں میں سے جس کا ہونا مخلوق میں جائز نہیں تو اس کا انکار کر دو اور ہماری طرف اسے نہ پلٹاؤ۔

امامت نص سے ثابت ہوتی ہے :

امامت نبوت کی طرح منصب الٰہی ہے۔ یہ ثابت نہیں کی جا سکتی مگر خدا کی طرف سے رسول یا نص سے نصب شدہ امام کی زبان پر جاری شدہ نص کے ذریعے سے بشرطیکہ سابق امام نص کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

امامت کا حکم نبوت جیسا ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں لہٰذا لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ امام پر حکم چلائیں۔ خدا نے اسے تمام نوع بشر کے لیے ہادی و مرشد مقرر کیا ہے۔ ایسا ہادی وہی شخص ہو سکتا ہے جو تمام لوگوں کی امارت کا بوجھ اٹھانے کی اہلیت رکھتا ہو اور تمام افراد بشر کی ہدایت کر سکے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس کا تعارف خدا کی تعریف اور اس کا تعین خدا کے تعین کے بغیر نہ ہو سکے۔ اتنا تو تاریخ کے ہر طالب علم کو معلوم ہے کہ سرکارِ رسالتؐ نے اپنے چچازاد بھائی علی ابنِ طالبؑ کو مومنین کے لیے امیر، وحی کا امین اور ساری مخلوق کا امام متعدد مقامات پر متعین فرمایا۔ ان کے لیے غدیر خم کے مقام پر مومنین کے امیر ہونے کی حیثیت سے بیعت لی۔ آپؐ نے فرمایا:

یاد رکھو جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی اس کا مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس سے دشمنی رکھے اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور چھوڑ دے اس کو جو اسے چھوڑ دے اور حق کو اُدھر پھیر دے جدھر علیؑ پھرے۔ (حدیث رسولؐ)

دعوت ذوالعشیرۃ کے موقع پر بھی آپؐ نے علیؑ کی امامت کی نص کی اس وقت آپؐ نے فرمایا تھا کہ:۔

یہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا وزیر اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (حدیث رسولؐ)

یہ اس وقت کی بات ہے جب جناب امیرؑ ابھی بچے تھے اور حدِ بلوغ تک نہ پہنچے تھے اسی طرح دوسرے مواقع پر بھی ارشاد فرمایا:

اے علیؑ مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ (حدیث رسولؐ)

قرآن بھی حضرت علیؑ کی ولایت مطلقہ کو ثابت کرتا ہے مثلاً سورۂ مائدہ میں ہے کہ:

تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ (قرآن)

افسوس کہ اس رسالے میں اتنی گنجائش نہیں کہ آپ کی امامت پر دلالت کرنے والی آیات و روایات اور وجہ استدلال کو بیان کیا جا سکے جو لوگ تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

عبقات الانوار، الغدیر، احقاق الحق، دلائل الصدق، المراجعات، شہائے قدر اور اس قسم کی دیگر کتابوں کی طرف رجوع کریں المختصر ہر امام نے اپنے بعد آنے والے امام کے لیے نص کی اور یہ سلسلہ امام زمانہ تک قائم رہا۔

ائمہ معصومین کے اسمائے مبارک :

وہ ائمہ جو احکام شریعت میں ہمارے ملجا و ماویٰ اور مرجع ہیں جن کی امامت پر نص موجود ہے بارہ ہیں ان میں سے ہر سابق نے لاحق پر نص کی۔

نمبر شمار	کنیت	نام	لقب	ولادت	شہادت
۱۔	جناب ابوالحسن	۔ حضرت علی بن ابی طالبؑ	۔ المرتضیٰ	۔ ۲۳ سال قبل ہجرت	۔ ۴۰ھ
۲۔	جناب ابومحمد	۔ حضرت حسن بن علیؑ	۔ الزکی	۔ ۲ ہجری	۔ ۵۰ھ
۳۔	جناب ابوعبداللہ	۔ حضرت حسین بن علیؑ	۔ سیدالشہداء	۔ ۳ ہجری	۔ ۶۱ھ
۴۔	جناب ابومحمد	۔ حضرت علی بن الحسینؑ	۔ زین العابدین	۔ ۳۸ ہجری	۔ ۹۵ھ
۵۔	جناب ابوجعفر	۔ حضرت محمد بن علیؑ	۔ الباقر	۔ ۵۷ ہجری	۔ ۱۱۴ھ
۶۔	جناب ابوعبداللہ	۔ حضرت جعفر بن محمدؑ	۔ الصادق	۔ ۸۳ ہجری	۔ ۱۴۸ھ
۷۔	جناب ابوابراہیم	۔ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ	۔ الکاظم	۔ ۱۲۸ ہجری	۔ ۱۸۳ھ
۸۔	جناب ابوالحسن	۔ حضرت علی بن موسیٰؑ	۔ الرضا	۔ ۱۴۸ ہجری	۔ ۲۰۳ھ
۹۔	جناب ابوجعفر	۔ حضرت محمد بن علیؑ	۔ الجواد	۔ ۱۹۵ ہجری	۔ ۲۲۰ھ
۱۰۔	جناب ابوالحسن	۔ حضرت علی بن محمدؑ	۔ الہادی	۔ ۲۱۲ ہجری	۔ ۲۵۴ھ
۱۱۔	جناب ابومحمد	۔ حضرت حسن بن علیؑ	۔ العسکری	۔ ۲۳۲ ہجری	۔ ۲۶۰ھ
۱۲۔	جناب ابوالقاسم	۔ حضرت محمد بن حسنؑ	۔ المہدی	۔ ۲۵۶ ہجری	الحمدللہ زندہ ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

امام مہدیؑ کا عقیدہ :

جس نے ادیان عالم کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی واقف ہے کہ ہر دین کے پیرو کار یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ دُنیا کے آخری ایام میں ایک نجات دہندہ آئے گا جو دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کردے گا لہٰذا یہ نظریہ صرف مذہب شیعہ کا نہیں فرق اِتنا ہے کہ ہم نصوص قطعیہ کی بنا پر یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ حجت خدا اور نائب مصطفےٰؐ پیدا ہو چکا ہے اور زندہ اور موجود ہے وہ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔ ظہور مہدی کی بشارت تواتر کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ وہ اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوگا۔ اس کا خروج آخر زمانے میں ہوگا اور جب دنیا ظلم وجور سے پُر ہو جائے گی تو وہ اسے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ اِسی بشارت پر تمام علمائے اسلام نے مہر تصدیق ثبت کی ہے یہ کوئی شیعوں کی انوکھی فکر نہیں نہ انھوں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایسا ہوگا۔ یہ تو بعض غیر منصف راویوں کا نظریہ ہے جو انھوں نے مغالطہ پیدا کرنے کے لیے ایسی منظر کشی کی ہے۔ اگر مہدی کا نظریہ نبی اکرمؐ سے ثابت نہ ہوتا اور یہ عقیدہ لوگوں کے دماغ ودل میں رچا بسا نہ ہوتا تو مہدویت کے جھوٹے دعویدار قرونِ اولیٰ میں لوگوں کو دھوکہ دینے پر قادر نہ ہوتے مثلاً کیسانیہ بنی عباس اور بعض علویین اسی عقیدے سے ملک وسلطنت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے اسی لیے تو انھوں نے جھوٹے مہدویت کے دعوے کو عام لوگوں کے متاثر کرنے اور ان میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ لیکن ہم دینِ اسلام کی صحت پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے خدائی ادیان کا خاتم سمجھتے ہیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اصلاح بشر کے لیے کسی اور دین کے آنے کی توقع نہیں ہے دُنیا ظلم وجور سے پُر ہوتی جارہی ہے۔ عالم میں فتنہ وفساد پھیلتا جاتا ہے جس کی وجہ سے عدل وانصاف اور فلاح وبہبود کے لیے آباد اور متمدن ممالک میں ایک قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مُسلمان اپنے دین سے بالکل دُور ہوتے جارہے ہیں اور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

وہ دین کے احکام و فرامین کو فراموش کر چکے ہیں۔ تمام اسلامی ممالک میں قوانین اسلامی عضو معطل بن چکے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارے لیے ان تمام چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم دین اسلام کی قوت و شوکت کے احیاء اور اس عالم کی اصلاح کے وقت کا انتظار کریں جو ظلم و فساد کے تاریک سمندر میں ڈوب چکا ہے۔ لیکن دین اسلامی پوری نوع انسانی پر اس وقت تک قوت و سطوت حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ اس حالت میں ہے جس میں کہ وہ اس سے قبل تھا یا جب تک لوگ اس کے قوانین و احکام و افکار میں اختلاف رکھیں گے۔ ہاں قوت و طاقت کی طرف پلٹنے کی ایک صورت ہے کہ اس کی سرپرستی ایک مصلح اعظم کرے جو لوگوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرے۔ دین سے باطل پرستوں کی تحریف کو رد کرے اور بدعتوں اور گمراہیوں کو عنایتِ ربانی اور لطفِ الٰہی سے بدل دے تاکہ وہ خود ہادی و رہبر قرار پائے اور اسے عظیم ترین قدر و منزلت حاصل ہو کہ دنیا اس کی ریاست عمومی کو تسلیم کرے اور قدرت خارق عادت کا مظاہرہ کرے جس سے تمام دنیا عدل و انصاف سے پُر ہو جائے۔

موجودہ دور کی فاسد کیفیت کا مزاج جو نوع بشر میں ظلم و فساد کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اس مصلح مہدی کا تقاضا کرتا ہے جو اس عالم کو جس میں وہ اب ہے اس حالت سے نکالے۔ اسی لیے تو تمام اسلامی فرقوں کا اس انتظار پر اتفاق ہے بلکہ اسلام کے علاوہ دوسری اُمتیں بھی اس پر متفق ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ فرقہ امامیہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ مصلح مہدیؑ ایک مشہور و معروف اور معین شخصیت ہیں جو ۲۵۶ھ میں پیدا ہو چکے ہیں اور اس وقت سے لے کر اب تک زندہ و سلامت ہیں۔ وہ امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں اور ان کا اسم گرامی محمد ہے۔

شیعہ یہ نظریہ ان حقائق کی روشنی میں رکھتے ہیں جو نبی اکرمؐ اور اہل بیت عصمت سے ثابت ہیں۔ ان حقائق میں ان کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے اور ان کے پردۂ غیبت میں جانے کی خبر بھی ملتی ہے۔ یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ سلسلۂ امامت منقطع نہیں ہو سکتا نہ کسی زمانے میں یہ تبدیل ہو سکتا ہے۔ خواہ امام مخفی ہی کیوں نہ ہو۔ خدا نے ایک دن ان کے ظاہر ہونے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کا متعین فرمایا جو اسرارِ الٰہیہ میں سے ہے اور جس دن کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ آپؑ کا زندہ رہنا اور اتنی طویل مدت تک باقی رہنا ایک معجزہ ہے جو خدا نے آپؑ کے لیے مقرر فرمایا ہے لیکن یہ معجزہ اس معجزے سے بڑا نہیں کہ خدا نے انھیں پانچ سال کی عمر میں امام مقرر فرمایا نہ یہ حضرت عیسےٰؑ کے معجزے سے عظیم تر ہے کہ انھوں نے گہوارے میں گفتگو کی اور بچپن میں نبی بنائے گئے۔ رہ گیا عمر انسانی کا طبعی عمر سے زیادہ ہونا تو یہ کوئی ایسی چیز نہیں۔ کہ فنِ طب یا ڈاکٹری اسے محال قرار دے۔ زیادہ سے زیادہ اتنی سی بات ہے کہ فنِ طب ابھی اس مقام تک نہیں پہنچا کہ اس میں اتنی طاقت ہو کہ حیات انسانی کو مزید عمر بخش سکے۔ علم طب اگر اس چیز سے عاجز ہے تو خدا تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور خارج میں ایسا ہو بھی چکا ہے مثلاً حضرت نوح کا طویل عمر گزارنا اور حضرت عیسیٰؑ کا اب تک زندہ رہنا اور ان دونوں کے بارے میں قرآن مجید نے ہمیں خبر دی ہے۔ اب اگر کوئی قرآن کی دی ہوئی خبر میں شک کرے تو اس کے اسلام کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ ایک مسلمان جو قرآن مجید پر ایمان لا چکا ہو وہ طول عمر کے امکان پر سوال کرے۔

یہاں یہ امر یاد دلانا نہایت ضروری ہے کہ اس مصلح اور ظلم و جور سے نکالنے والے مہدیؑ کے انتظار کے یہ معنی نہیں کہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں اور حق کے ان امور میں کوشش نہ کریں جن سے دین کو فائدہ پہنچتا ہو اور جو چیزیں دین کے سلسلے میں ان کے لیے ضروری ہیں مثلاً دین کی مدد کرنا اس کے راستے میں جہاد کرنا اس کے احکام کو اپنانا وغیرہ ہر مسلمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذمہ دار ہے کہ وہ ان احکامِ شرعیہ پر عمل کرے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان داستوں کو جاننے کی کوشش کرے جو حقیقت میں ان احکام تک پہنچانے والے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اچھی چیزوں کا حکم دے اور بری چیزوں سے منع کرے۔

ہر ایک تم میں سے راعی و نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ (حدیث)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

لہٰذا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے واجبات کے ادا کرنے میں مصلح مہدیؑ اور مبشر و ہادی کی آمد کے بہانے سے تاخیر کرے۔ کیونکہ تاخیر کرنے سے ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی نہ اس سے عمل میں تاخیر کی جا سکتی ہے۔

رجعت کا نظریہ :

اہلِ بیتؑ کے ارشادات کے مطابق شیعوں کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ مر جانے والوں میں سے ایک گروہ کو خداوند عالم دُنیا کی طرف دوبارہ ان کی پہلی شکل و صورت میں لوٹا دے گا۔ ان میں سے ایک گروہ کو عزت بخشے گا اور دوسرے کو ذلیل و خوار کرے گا۔ حق داروں کا حق باطل پرستوں سے اور مظلوموں کا حق ظالموں سے لے کر انھیں دے گا اور یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب مہدیؑ آلِ محمدؐ قیام فرمائیں گے لیکن دُنیا کی طرف رجوع یا تو اس شخص کا ہوگا جو اعلیٰ درجے کا مومن ہے یا وہ جو انتہا درجے کا فسادی ہوگا پھر دوبارہ وہ موت کی طرف پلٹ جائیں گے۔ اس کے بعد حشر و نشر کی طرف اور جس ثواب و عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اسی کی طرف پلٹ جائیں گے جیسا کہ خداوند عالم قرآن مجید میں نقل فرماتا ہے۔ ان لوگوں کی تمنا و آرزو کو جو پلٹ آنے کے باوجود اپنی اصلاح نہ کر سکیں گے۔ اور انھیں اللہ کا غضب حاصل ہوگا کہ وہ تیسری مرتبہ واپس نکالے جائیں تاکہ وہ اپنی اصلاح کر سکیں۔

> انھوں نے کہا اے ہمارے ربّ تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندہ کیا۔ پس ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا نکلنے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ (سورۂ مومن)

قرآن مجید نے دُنیا کی طرف رجعت کی خبر دی ہے اور خاندانِ عصمت سے بھی اس سلسلے میں کثرت سے روائتیں ہیں اور تمام شیعہ امامیہ اسی عقیدے کو مانتے ہیں۔ لیکن اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک رجعت کا نظریہ ایسی بُری چیزوں میں سے ہے۔ کہ جس کا اعتقاد رکھنا نہایت قبیح

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے ان میں سے جن لوگوں نے رجال حدیث میں کتابیں لکھی ہیں۔ انھوں نے تو رجعت کے عقیدے کو راوی حدیث کے مطاعن اور برائیوں میں سے شمار کیا ہے کہ جو اس کی روایت کو چھوڑ دینے اور پھینک دینے کا سبب ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عقیدے کو بمنزلہ شرک و کفر سمجھتے ہیں اور اسی جرم کی بنا پر شیعوں پر عیب لگاتے اور طعن و تشنیع کرتے ہیں اور کچھ لوگ تو زمانہ گذشتہ میں اس عقیدے کو ہولناک چیزوں میں سے ایک سمجھتے تھے، حالانکہ اس عقیدے میں ہولناکی کی کوئی بات نہیں۔ رجعت کے عقیدے سے نہ تو توحید خداوندی میں کوئی خدشہ وارد ہوتا ہے نہ عقیدہ نبوت پر کوئی حرف آتا ہے بلکہ یہ عقیدہ رجعت متذکرہ دونوں عقیدوں کو اور پختہ بناتا ہے۔ کیونکہ رجعت ایک طرف سے خدا کی قدرت بالغہ کی دلیل ہے اور دوسری طرف سے یہ خارق عادات امور میں سے ہے۔ اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت کا معجزہ بن سکتا ہے اور یہ بعینہٖ مردہ زندہ کرنے کا معجزہ ہے جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے کیونکہ یہ تو اس وقت ہوگا جب مردے بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔

اس نے کہا۔ کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ ریزہ ریزہ ہو چکی ہوں گی۔ کہہ دیجیے وہ زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق سے باخبر ہے۔ (سورۂ یٰسین)

کچھ لوگ مسئلہ رجعت میں اس لیے طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ وہ اسے تناسخ کی ایک قسم سمجھتے ہیں وہ معاد جسمانی اور تناسخ میں فرق نہیں کر سکتے۔ حالانکہ رجعت تو معاد جسمانی کی ایک قسم ہے۔ تناسخ اصل میں ایک نفس کا ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل ہونا ہے جو پہلے بدن سے الگ ہو لیکن معاد جسمانی کا مطلب بعینہٖ پہلے بدن کا اپنے تشخصات نفسیہ کے ساتھ پلٹ آنا ہے۔ اگر رجعت تناسخ ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں مردوں کا زندہ ہونا بھی تناسخ ہونا چاہیئے لہٰذا رجعت میں کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا مگر دو وجہوں سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ایک یہ کہ رجعت کا وقوع محال ہو اور دوسرا یہ کہ جو روایات اس میں وارد ہوئی ہیں وہ جھوٹی ہوں۔ اگر یہ دونوں اعتراضات صحیح بھی ہوں پھر بھی اس کا اعتقاد رکھنا اتنا قبیح نہیں کہ اسے اتنا سنگین سمجھ لیا جائے کیونکہ باقی فرقہ ہائے اسلامیہ میں ایسے عقائد موجود ہیں جو محالات میں سے ہیں یا ان کے متعلق کوئی نص صحیح موجود نہیں پھر بھی نہ وہ موجب کفر ہیں نہ دینِ اسلام سے خارج ہونے کا سبب ہوئے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ان میں سے ایک نبی کے سہو و نسیان کا اعتقاد رکھنا ہے اور دوسرا قرآن مجید کے قدیم ہونے کا اعتقاد ہے۔ تیسرا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔

علاوہ ازیں ان دونوں اعتراضات کی اساس و بنیاد ہی درست نہیں کیونکہ یہ کہنا کہ رجعت محال ہے تو ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ معاد جسمانی کی ایک قسم ہے۔ فرق اتنا ہے کہ یہ دنیا میں وقتی بعثت ہے اور جو دلیل بعثت و حشر نشر کے امکان کی ہے وہی بعینہٖ رجعت کے امکان کی ہے اور اس کو عجیب و غریب قرار دینے کا کوئی سبب نہیں سوائے اس کے کہ اس کے اسباب و موانع کو ہم نہیں جانتے اور خیال انسانی آسانی سے اس چیز کی تصدیق اور اس کے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جس سے وہ انس و اُلفت نہیں رکھتا۔ یہ اس شخص کی طرح ہے جو معاد جسمانی کو عجیب و غریب سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ

کون ان بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔ (قرآن)

تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ

وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی دفعہ انھیں پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق سے باخبر ہے۔ (قرآن)

البتہ ایسے امور کہ جن کی نفی و اثبات کے لیے کوئی عقلی دلیل نہیں یا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی دلیل موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں ہم پر لازم ہے کہ ہم نصوص دینی کی طرف رجوع کریں جو وحی خداوندی کا مصدر ہیں۔ خود قرآن مجید میں بعض مُردوں کا دُنیا کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

طرف پلٹ آنا ثابت ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ ارشادِ قدرت ہے۔

اس نے کہا کیا اللہ انھیں موت کے بعد زندہ کرے گا پس خدا نے اسے سو سال کے لیے مار دیا پھر اس کو اُٹھایا۔ (قرآن)

ایک اور مقام پر ارشادِ قدرت ہے کہ :

انھوں نے کہا اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی (قرآن)

اس آیت کے معنی اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک دُنیا کی طرف موت کے بعد رجوع نہ ہو۔ اگرچہ بعض مفسرین نے اس آیت کی تاویل میں تکلف کیا ہے۔ جس سے نہ پیاس بجھتی ہے نہ آیت کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ یہ اعتراض کہ رجعت کے متعلق تمام روایات وضع کی گئی ہیں قابلِ قبول نہیں کیونکہ رجعت امورِ ضروریہ و بدیہیہ میں سے ہے کہ جس کے متعلق اہلِ بیت عصمت سے روایات متواتر وارد ہوئی ہیں۔

حیرت ہے کہ دین کے دعویدار ہونے کے باوجود احمد امین مصری اپنی کتاب فجرالاسلام میں کہتے ہیں کہ رجعت کے اعتقاد میں شیعہ مذہب میں یہودیت ظاہر ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں پھر تو رجعت کی وجہ سے یہودیت قرآن میں ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل کہا جا چکا ہے بلکہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ یہودیت اور نصرانیت بہت سے عقائد اور احکام اسلامی میں ظاہر ہوئی ہے کیونکہ سرکارِ رسالتؐ ان آسمانی شریعتوں کی تصدیق کے لیے تشریف لائے تھے جو آپ کے سامنے موجود تھیں۔ اگرچہ ان کے بعض احکام کو منسوخ کیا گیا تو یہودیت یا نصرانیت کا بعض عقائد اسلام میں ظاہر ہونا اسلام کے لیے عیب نہیں ہے یہ تو فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ رجعت یہودی نظریات میں سے ہے بہر حال رجعت ان اصولوں میں سے نہیں ہے کہ جس کا عقیدہ رکھنا واجبات میں سے ہو اس کے متعلق ہمارا اعتقاد رکھنا ان صحیح آثار و روایات کے تابع ہے جو اہلِ بیت عصمت سے وارد ہوئے ہیں جن کی انھوں نے خبر دی ہے اور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ان کا وقوع عقلاً ممتنع اور محال بھی نہیں۔

تقیّہ :

تقیہ کے لغوی معنی بچاؤ کے ہیں اور اصطلاح میں جان و مال عزت و ناموس کو بچانے کی تدبیر کرنا ہے اگرچہ خلافِ واقعہ خبر دی جائے، مثلاً ایک ظالم ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے پاس آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ فلاں شخص کے متعلق جانتے ہیں۔ اگر آپ بتا دیں گے تو وہ اسے قتل کر دے گا ایسی حالت میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں اب دُنیا کا کوئی عقلمند انسان آپ کی اس خلافِ واقعہ خبر کو قبیح اور حرام نہیں کہہ سکتا یا مثلاً آپ مسلمان ہوتے ہوئے دہریوں میں پھنس جاتے ہیں۔ اگر آپ اس کو اپنا مذہب بتا دیتے ہیں تو قتل ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں آپ خلافِ واقعہ خبر دے کر اپنی جان بچا سکتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے مال یا عزت و ناموس کو خطرہ ہے تو دنیا کے تمام عقلاء عمل میں تو بچاؤ کی تدبیریں کرتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ زبانی طور پر اس کی مخالفت کرتے ہیں مگر ہمارا نظریہ وہی ہے جو اہلِ بیت نے بتایا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ تقیہ میرا اور میرے آبا و اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ دیندار نہیں۔ یہی ائمہ اہلِ بیت کا شعار رہا ہے۔ اپنے اور اپنے پیروکاروں سے ضرر و تکلیف کو دُور رکھنے مسلمانوں کی حالت کی اصلاح کرنے اور انھیں متحد و متفق رکھنے اور ان کی پراگندگی کو مجتمع کرنے کے لیے تقیہ مذہب امامیہ کی ہمیشہ علامت رہا ہے اسی علامت کی وجہ سے شیعہ دوسرے لوگوں اور گروہوں سے الگ سمجھے جاتے تھے ہر انسان جب اپنی ذات یا مال پر کوئی خطرہ محسوس کرے یا اپنے اعتقادات کو منتشر ہوتا ہوا دیکھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے چھپائے اور خطرات کی جگہوں سے بچے۔ شیعہ امامیہ اور ان کے ائمہ پر ہر دور میں طرح طرح کی مصیبتیں اور آفتیں آئیں لہٰذا وہ اکثر اوقات اپنے مخالفین سے اپنے کو چھپانے اور ان کے سامنے اپنے عقائد اور اپنے مخصوص اعمال کو ظاہر نہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کرتے ہوئے استعمال تقیہ پر مجبور ہوئے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو انجام کار انھیں دین و دُنیا میں ضرر اٹھانا پڑتا اسی لیے تو وہ تقیہ کے ساتھ ممتاز ہیں۔

تقیہ کے کئی احکام ہیں۔ تقیہ ہر حالت میں واجب نہیں۔ کبھی صرف جائز ہوتا ہے اور کبھی تقیہ نہ کرنا واجب ہوتا ہے مثلاً حق کے ظاہر کرنے میں دین کی نصرت اور اسلام کی خدمت میں اللہ کی راہ میں جہاد قرار پائے تو ایسی صُورت میں مال و دنیا کو حقیر اور ناچیز سمجھا جاتا ہے اور نفسوں کو پیارا نہیں جانا جاتا۔ بعض اوقات تقیہ کرنا حرام ہوتا ہے مثلاً جہاں تقیہ کسی نفس محترم کے قتل یا باطل کی ترویج کا سبب بنے یا دین کے فاسد ہونے اور مسلمانوں کے لیے انتہائی ضرر رساں ہو یا اس سے وہ گمراہ ہو جائیں اور ظلم و جور عام ہو جائے۔

تقیہ کے وہ معنی نہیں جس کی تصویر کشی بعض شیعہ دشمن افراد نے کی ہے۔ یہ لوگ امور حقیقی کے ادراک میں دیانت داری سے کام نہیں لیتے اور اتنی تکلیف بھی نہیں اُٹھاتے کہ ہماری رائے کو سمجھ سکیں یہ افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیعہ ایک پوشیدہ گروہ ہے جس کا کام توڑ پھوڑ اور تخریب کاری ہے تقیہ کبھی دین اور احکام دین کو ایک پوشیدہ راز قرار نہیں دیتا اس میں تو جائز ہی نہیں کہ اسے ان لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے جو نہ اسے جانتے ہیں نہ اسے اپناتے ہیں۔ کتب شیعہ اور ان کی تالیفات نے جو فقہ و احکام کے مباحث کلام اور عقائد کے ساتھ مخصوص ہیں۔ تمام مشرق و مغرب کو اس عقیدے کے متعلق واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ تقیہ فریب کاری نہیں بلکہ دین کی ضرورت ہے لیکن ہمارے مخالفین یہ چاہتے ہیں کہ شیعہ اپنی گردنیں تلواروں کے سامنے پیش کر دیں تاکہ وہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں کیونکہ بنی اُمیہ، بنی عباس اور خلفائے عثمانیہ کے دور میں شیعوں کے قتل کے لیے بس یہی کافی تھا کہ وہ شیعہ ہیں۔

اگر طنز و تشنیع کرنے والوں کا مقصد یہ گمان ہے کہ دینی لحاظ سے تقیہ جائز نہیں تو ہم ان سے کہتے ہیں کہ ہم اہل بیت کے پیروکار ہیں اور ہم ان کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ انھوں نے ہمیں حکم دیا اور ہمارے لیے تقیہ واجب قرار دیا اور تقیہ ان کے نزدیک دین کا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ایک جزو ہے۔

تقیہ کا شریعت اسلام میں داخل ہونا تو خود قرآن مجید میں موجود ہے اور اس پر قرآن کریم سورۂ نحل آیت ۱۰۶ میں یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔

مگر وہ کہ جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ (قرآن)

یہ آیت جناب عمار یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ وہ دشمنانِ اسلام کے خوف سے کفر کے اظہار پر مجبور ہوئے۔ سورۂ مومن آیت ۲۸ میں بھی ارشاد باری ہے کہ

آل فرعون کے ایک مرد مومن نے کہا جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ (قرآن)

اہلبیت نے اپنے شیعوں کو کیا آداب سکھائے :

چونکہ ائمہ اہل بیت کو پہلے سے یہ علم تھا کہ ان کی حکومت ان کی زندگی میں ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئے گی۔ وہ خود اور ان کے شیعہ ایسے لوگوں کی حکومت میں رہ کر زندگی بسر کریں گے جو جابر اور ظالم ہوں گے اس لیے یہ فطرتی امر تھا کہ ایک طرف وہ اپنا دین و طریقہ اپنے لیے اور اپنے شیعوں کے لیے تقیہ کو قرار دیں تاکہ تقیہ سے ان کا خون محفوظ رہ سکے اور اس سے دوسرے لوگوں یا دین کو کوئی برائی لاحق نہ ہو دوسری طرف ان کی امامت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے پیروکاروں کو احکام شریعت اسلامی کی تلقین کرنے کی طرف متوجہ کریں اور انھیں ایسے راستے پر چلائیں جو معاشرے کے لیے مفید ہو تاکہ وہ صحیح مسلمان کا نمونہ بن سکیں اور جو طریقہ اہل بیت نے تعلیم دینے کا اختیار کیا اس کے لیے یہ کتاب کافی نہیں البتہ فن حدیث کی ضخیم کتب ان معارف دین کی کفالت کرتی ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم بعض ایسے امور کی طرف اشارہ کر دیں جو اہل بیت نے اپنے شیعوں کو سکھلائے ہیں تاکہ وہ ملک کے مفید شہری کہلائیں۔

دُعا

اگرچہ ہر وہ شخص جو خدا کو مانتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے وہ کسی نہ کسی وقت ضرور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اپنے خالق و مالک کو پکارتا ہے چاہے وہ کسی رنگ میں پکارے لیکن سرکارِ رسالتؐ اور اہلِ بیتؑ عصمت نے جتنی اہمیت دعا کو دی ہے اس کی مثال تمام ادیانِ عالم میں ملنی مشکل ہے۔

سرکارِ رسالتؐ کا ارشاد ہے کہ دُعا مومن کا اسلحہ اور دین کا ستون ہے یہ آسمانوں اور زمین کا نور و روشنی ہے۔ حقیقت میں دعا شیعوں کی خصوصیات میں شامل ہے جس کی وجہ سے وہ باقی تمام لوگوں سے ممتاز ہیں۔ علمائے شیعہ نے دُعا کی فضیلت اور اس کے آداب اور ان دعاؤں میں جو اہلِ بیت اطہارؑ سے منقول ہیں سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں تالیف کی ہیں اور ان کتب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیت کا جو مقصد تھا واضح کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے ارشادات میں آیا ہے کہ افضل ترین عبادت دُعا ہے اور دُعا ہی اللہ کے ہاں زمین میں سب سے زیادہ محبوب عمل ہے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دُعا قضا و بلا کو ٹال دیتی ہے اور ہر مرض کی دوا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب امیرؑ بہت زیادہ دُعا مانگنے والے شخص تھے۔ آپؑ کی دُعائیں آپؑ کے خطبوں کی طرح فصاحت و بلاغتِ کلام عرب کا معجزہ ہیں مثلاً دُعائے کمیل بن زیاد اپنے ضمن میں ایسے معارفِ الٰہیہ اور توجیہات دینیہ لیے ہوئے ہے کہ وہ ایک صحیح مسلمان کے لیے بلند ترین مسلک بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ دعائیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیت سے وارد ہوئی ہیں وہ ہر مسلمان کے لیے بہتر راستہ ہیں۔ یہ دُعائیں اس کے نفس میں قوتِ ایمان و عقیدہ اور حق کی راہ میں قربانی دینے کی رُوح کو اُبھارتی ہیں۔ یہ خدا سے مناجات کرنے اور انقطاع الی اللہ کی لذت پیدا کرتی ہیں اور تلقین کرتی ہیں کہ دین کے سلسلے میں انسان کو کیا کچھ جاننا چاہیئے اور کون سی چیزیں اسے اللہ سے قریب اور کونسی اسے مفاسد خواہشات اور باطل بدعتوں سے دُور کرتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان دعاؤں میں معارفِ دینیہ کا خزانہ رکھ دیا گیا ہے۔ اخلاقیات اور تہذیبِ نفوس اور عقائدِ اسلامیہ کی جہت سے بلکہ فلسفی نظریات اور الٰہیات و اخلاقیات کے مباحثِ علمیہ کا یہ اہم ترین مصدر و ماخذ ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اگر لوگ ان دعاؤں کے مضامین عالیہ سے رہبری حاصل کرلیں تو ان مفاسد کا نام و نشان نہ ملے گا جنھوں نے زمین کو بوجھل کر رکھا ہے جو نفوس برائیوں کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ حق و حقیقت میں آزاد مطلق ہو جائیں گے۔ لیکن نوع بشر سے کہاں یہ توقع ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اصلاح کرنے والوں اور حق کی طرف بلانے والوں کی بات کی طرف کان دھریں۔ خدا نے ان کی حالت کی نقاب کشائی ان الفاظ میں کی ہے۔

بیشک نفس بُری چیزوں کا حکم دیتا ہے۔ (قرآن)

اور بہت سے لوگ اگرچہ آپ چاہیں بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (قرآن)

انسان کے وجود میں جو بُری چیز مرتکز ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ اپنے نفس سے دھوکا کھا جاتا ہے اور اپنی بُرائیوں سے جان بُوجھ کر جاہل بن جاتا ہے اور اس کا نفس اس کو مغالطے میں ڈال دیتا ہے وہ ظلم و تعدّی کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ مکر و فریب کرتا ہے۔ اپنی شہوات کی اطاعت کرتا ہے اور جان بوجھ کر اپنے بُرے کاموں سے چشم پوشی کر لیتا ہے۔ اسے اپنا گناہ اپنی نظر میں حقیر معلوم ہوتا ہے۔

یہ منقول دُعائیں جو منبع وحی سے نکلتی ہیں کوشش کرتی ہیں کہ انسانی نفس کو ہر چیز سے خالی کر کے اللہ کی طرف لے جائیں تاکہ اسے تلقین کریں کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سب کچھ چھوڑ کے اللہ کی بارگاہ میں توبہ و مغفرت کرے۔ دعائے کمیل میں دُعا کرنے والا یہ کہتا ہے:

"اے میرے معبود اے میرے آقا و مولا۔ تُو نے مجھ پر ایک حکم جاری کیا کہ جس میں میں نے اپنے نفس کی پیروی کی اور اس میں میں نے اپنے دشمن کی زینت دینے والی چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ نہ کیا پس اس نے مجھے دھوکہ دیا جو کچھ اس نے چاہا اور اس کی قضا و قدر نے بھی مساعدت کی۔ میں نے تیری بعض حدود سے تجاوز کیا۔ بسبب اس قضا کے جو مجھ پر جاری ہوئی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور میں نے تیرے بعض اوامر کی مخالفت کی۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کے لیے اس قسم کا اعتراض کرنا خلوت میں زیادہ آسان ہے۔ اگرچہ یہ بھی نفس پر زیادہ شاق گزرتا ہے۔ چاہے یہ اعتراف اس کے اپنے اور اپنے نفس کے درمیان خلوت ہی میں کیوں نہ ہو لیکن اگر یہ چیز انسان کے لیے مکمل ہو جائے تو یہ بھی ایک عظیم الشان چیز ہے جو شخص اپنے شریر نفس کے تکبر میں تخفیف یا اپنے نفس کی تہذیب و پاکیزگی چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کے لیے تنہائی اور اس میں آزادی سے نفس کے محاسبے کے لیے غور و فکر کرنے کا موقع نکالے اور بہترین طریقہ اس خلوت اور محاسبۂ نفس کا یہ ہے کہ ان منقول دعاؤں کے پڑھنے پر مواظبت کرے تاکہ ان کے مضامین کے ساتھ نفس کی گہرائیوں تک پہنچ جائے۔ مثلاً وہ دعائے ابو حمزہ ثمالی میں پڑھتا ہے:

(اے میرے مالک مجھے اپنے پردۂ مغفرت میں ڈھانپ لے اور اپنی ذات کے فضل و کرم سے مجھے سرزنش کرنے سے معاف کر)

اس کلمہ "ڈھانپ لے" میں وہ سب کچھ ہے جو نفس میں اس چیز کو ابھارتا ہے کہ وہ ان برائیوں کو چھپانے کی طرف رغبت کرے۔ تاکہ انسان اس چیز پر متنبہ ہو جو اس کے اندر ہے اور یہ چیز درجہ بدرجہ اس اعتراف تک پہنچائے جس کے بعد وہ کہتا ہے۔

(پس اگر آج میرے گناہ پر تیرا غیر مطلع ہو جائے تو میں وہ گناہ نہ کروں اور اگر مجھے فوری سزا کا ڈر ہو تو میں اس سے اجتناب کروں۔)

اب نفس کے اندر یہ اعتراف اور اس کا اس پر متنبہ ہونا کہ وہ گناہ چھپے رہیں جو اس میں موجود ہیں۔ طلب عفو اور اللہ سے مغفرت کی خواہش کو ابھارتے ہیں تاکہ انسان لوگوں کے سامنے رسوا نہ ہو اگر خدا اس کو دنیا یا آخرت میں اس کے افعال پر عتاب کرنا چاہے تو اس وقت اس پوشیدہ مناجات سے انسان کو لذت حاصل ہوتی ہے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی طرف راغب

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہو جاتا ہے اور حمد و ثنا کرتا ہے کہ خدا نے قدرت رکھنے کے باوجود اسے معاف کیا اور اسے رسوا نہیں کیا۔ وہ کہتا ہے:

(پس تیرے لیے حمد و تعریف ہے۔ جاننے کے باوجود تیرے حلم پر اور قدرت کے باوجود تیرے عفو پر)

دعا نفس کو ان کوتاہیوں سے معذرت کے راستے کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اس کے حلم اور عفو کی بنیاد پر ہوئی تھیں تاکہ بندے اور اس کے رب کے درمیان کا تعین ٹوٹنے نہ پائے۔ دعا بندے کو یہ تلقین کرتی ہے کہ اس کی نافرمانی اللہ کے انکار اور اس کے اوامر کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے نہ تھی۔ اسی لیے تو وہ کہتا ہے کہ تیرے حلم نے مجھے تیری معصیت پر اُبھارا اور جرأت دلائی اور تیری رحمت کی وسعت اور تیری عظیم بخشش و عفو نے مجھے تیرے حرام کردہ افعال پر جلد کود پڑنے کی طرف رغبت دلائی۔ اسی طرح کی اور بہت سی دعائیں تہذیب نفس اور ترک گناہ کے سلسلے میں ملتی ہیں جن کا ذکر اس مختصر سے رسالے میں نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ میں یہاں بعض ایسی دعاؤں کے نمونے پیش کرتا ہوں جو خدا کے ساتھ احتجاج و حجت کے اسلوب میں طلب عفو و مغفرت کے لیے ہیں جیسا کہ دعائے کمیل میں ہے۔

(ہائے افسوس اے میرے سید و مولا۔ کیا تو جہنم کی آگ کو ان چہروں پر مسلط کرے گا جو تیری عظمت کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ایسی زبانوں پر جو سچائی کے ساتھ تیری توحید کا ورد کرتی ہیں اور تیرے شکر کے ساتھ مدح کرتی ہیں اور ایسے دلوں پر جو حقیقت میں تیری الوہیت کا اعتراف کرتے ہیں اور ایسے ضمائر پر جو تیرے علم کو پہچانتے ہیں اور ایسے اعضا و جوارح پر جو تیری عبادت کی جگہوں کی طرف اطاعت کرتے ہوئے جلدی سے جاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہوئے تیرے استغفار کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تیرے متعلق یہ گمان نہیں ہو سکتا اور ہمیں تیرے فضل و کرم کے متعلق اس قسم کی خبر

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نہیں دی گئی۔

ان فقروں کو بار بار پڑھیئے اور اس احتجاج اور اس کی بلاغت اور سحر بیانی کی لطافت پر غور کیجئے کہ دعا ایک طرف تو نفس کو اشارہ کر رہی ہے کہ وہ اپنی کوتاہی اور بندگی کا اعتراف کرے۔ دوسری طرف اسے تلقین کر رہی ہے کہ وہ اللہ کی رحمت اور اس کے کرم سے مایوس نہ ہو وہ نفس کے ساتھ تکلم بھی کرتی ہے اور اس کو اس کے بلند ترین واجبات کی تلقین بھی کرتی ہے وہ یہ فرض کرتی ہے کہ نفس انسانی اپنے واجبات کے ساتھ کاملاً قیام کر چکا ہے پھر اس کو سکھاتی ہے کہ انسان ان واجبات پر عمل کرنے سے خدا کی مغفرت اور فضل کا مستحق ہو جاتا ہے اور یہ چیز انسان کو شوق دلاتی ہے کہ وہ اپنے نفس کی طرف آئے اور ان واجبات پر عمل کرے جن کا عمل کرنا اس پر واجب ہے۔ ایک اور دعا پڑھیئے۔

اے میرے معبود اے میرے سید و آقا! کہ میں شاید تیرے عذاب پر تو صبر کروں گا لیکن میں تیری جدائی پر کیسے صبر کر سکوں گا۔

اے میرے مالک میں شاید تیری آگ کی گرمی پر تو صبر کر سکوں گا۔ لیکن تیرے کرم سے محرومی پر کیسے صبر کر لوں گا۔

یہ نفس کے لیے تلقین ہے کہ اسے ضرور قرب الٰہی اور اس کی کرامت و قدرت کے مشاہدے سے تسکین حاصل ہونی چاہیئے۔ خدا کے پاس جو چیزیں ہیں ان کی محبت اور ان کا شوق اور ان سے سکون حاصل کرنا اس درجے پر ہونا چاہیئے کہ اس کے چھوڑنے کی تاثیر نفس پر عذاب اور آگ کی گرمی سے زیادہ عظیم ہو۔ اگر یہ فرض کر لیں کہ انسان اتنی قدرت رکھتا ہے کہ وہ آگ کی شدت پر صبر کرے پھر بھی اس میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اس سکون کے ترک پر صبر کر سکے۔ یہ فقرے یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ یہ محبت اور یہ سکون اللہ کی بارگاہ میں گناہگار کے لیے بہترین شفیع بھی ہے۔ اس کریم و حلیم، توبہ قبول کرنے والے اور گناہوں کو معاف کرنے والے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑانا جو لطف دیتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

میں اپنی اس بحث کو ایک مختصر سی دعا نقل کر کے ختم کرتا ہوں۔

خدایا ہمیں اطاعت کی توفیق، گناہ سے دوری، نیت کی سچائی اور محروم رہنے کی پہچان عطا فرما۔ ہمیں ہدایت و استقامت سے نواز اور ہماری زبانوں کو درستی اور دانائی دے۔ ہمارے ہاتھوں کو ظلم و جور اور چوری سے باز رکھ اور ہماری آنکھیں فسق و فجور اور خیانت سے بند رکھ۔ ہمارے دلوں کو علم و معرفت سے پُر کر دے اور ہمارے شکم حرام اور مشتبہ چیزوں سے پاک رکھ اور ہمارے ہاتھوں کو ظلم اور چوری سے روکے رکھ اور ہماری آنکھیں فسق و فجور اور خیانت سے بند رکھ اور ہمارے کانوں کو لغویت اور غیبت سے محفوظ رکھ اور ہمارے علماء کو زہد و ورع اور خلوص کا اور ہمارے طالب علموں پر کوشش و رغبت اور سننے والوں پر پیروی کرنے اور وعظ کرنے اور مسلمانوں کے بیماروں کو شفا و راحت اور ہمارے مردوں پر رافت و مہربانی اور بزرگوں پر وقار و سکون اور جوانوں پر توبہ و انابت و رحمت اور عورتوں پر شرم و حیا و عفت اور اغنیاء پر تواضع و وسعت اور فقراء پر صبر و قناعت اور غازیوں پر نصرت و غلبہ اور قیدیوں پر آزادی و راحت امیروں پر عدل و شفقت اور رعیت پر انصاف و حسن سیرت کا فضل و کرم فرما۔ حاجیوں اور زائرین کے زادِ راہ اور نفقہ میں برکت دے اور جو حج و عمرہ تو نے اُن پر واجب کیا ہے۔ اس کو اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مکمل کر دے اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

میں اپنے پڑھنے والے بھائیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن کو ان دعاؤں کے پڑھنے سے جو فائدہ ہو سکتا ہے وہ فوت نہ ہو۔ مومنین ان دعاؤں کے معانی و مقاصد میں تدبر کریں۔ دل کو حاضر اور متوجہ رکھیں اور خشوع و خضوع سے اللہ کی طرف متوجہ رہیں اور ان کو اسی طرح پڑھیں گویا وہ خود بیان کر رہے ہیں۔ ساتھ ساتھ ان آداب کی بھی پیروی کریں جو ان دعاؤں

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کے پڑھنے کے لیے اہل بیتؑ کے طریقے سے وارد ہوئے ہیں کیونکہ ان دعاؤں کو دلی توجہ کے بغیر پڑھنا تو صرف زبان ہلانے کے مترادف ہے۔ اس سے نہ انسان کی معرفت زیادہ ہوتی ہے نہ قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی مصیبت دور ہوتی ہے۔ صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم اس دعا کو قبول نہیں فرماتا جو بھولے ہوئے دل سے ہو۔ توجہ سے دعا مانگی جائے اور پھر قبولیت کا یقین رکھنا چاہیئے۔

صحیفہ سجّادیہ کی دُعائیں

محزون و مغموم کرنے والے واقعۂ کربلا کے بعد جب بنی اُمیہ اُمّت مسلمہ کی حکومت کے پورے طور پر مالک بن بیٹھے اور انھوں نے قہر و استبداد شروع کیا۔ اور مسلمانوں کا خون بہانا شروع کیا اور تعلیماتِ اسلامی کو مسخ کر دیا تو امام زین العابدینؑ حزن و ملال اور گریہ و بکا میں رہتے ہوئے خانہ نشین ہونے پر مجبور ہو گئے۔ آپؑ ایسے گوشہ نشین ہوئے کہ نہ تو کوئی آپؑ کے پاس آسکتا تھا۔ نہ آپؑ لوگوں تک وہ احکام پہنچا سکتے تھے جو ان پر واجب تھے اس لیے آپؑ مجبور ہو گئے کہ اسلوب دعا کو تعلیمات قرآن، آداب اسلام، طریقہ اہل بیت اور تہذیب نفس و اخلاق کے نشر کا ذریعہ قرار دیں۔ یہ تلقین و تعلیم کا طریقہ آپؑ ہی کا قائم کیا ہوا ہے جس کے گرد آپ سے لوگوں کو دُور دھکیلنے والوں کے شبہات چکر نہیں لگا سکتے تھے نہ آپؑ کے خلاف کوئی دلیل انھیں مل سکتی تھی لہٰذا آپ نے اس قسم کی متعدد فصیح و بلیغ دعائیں ارشاد فرمائیں جن کے مجموعے کو زبور آل محمدؐ کا نام دیا گیا ہے۔ یہ دعائیں اپنے اسلوب بیان اور مقاصد کے لحاظ سے عربی ادب کے اعلیٰ ترین اسلوبوں میں داخل ہیں اور بلند ترین مقاصد دینِ حنیف کو لیے ہوئے ہیں۔ ان میں دقیق ترین اسرار توحید و نبوت اور صحیح ترین اخلاق محمدیہ اور آداب اسلامیہ موجود ہیں۔ یہ دعائیں دینی تربیت کے مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں یہ حقیقت ہے کہ یہ دعائیں قرآن پاک اور نہج البلاغہ کے بعد عربی زبان کے اعلیٰ ترین اسلوب بیان اور

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

فلسفۂ الٰہیات و اخلاقیات کا سرچشمہ ہیں۔ ان میں سے کچھ دعائیں یہ بتاتی ہیں کہ ہمیں کس طرح خدا کی تمجید و تقدیس، حمد و ثنا، شکر و توبہ کرنا چاہیئے۔ کچھ یہ تعلیم دیتی ہیں کہ مناجات کیونکر کی جاتی ہیں اور مقام خلوت میں کس طرح خدا سے راز کی باتیں کی جاتی ہیں اور سب کچھ چھوڑ کر کس طرح خدا کی طرف متوجہ ہوا جاتا ہے۔ بعض دعائیں شرح و بسط کے ساتھ خدا کے نبی، اس کے رسولوں اور مخلوق میں سے اس کے منتخب بندوں پر صلوات بھیجنے کے معنی اور اس کی کیفیت بتاتی ہیں۔ بعض یہ سکھاتی ہیں کہ والدین سے کس طرح نیکی کرنی چاہیئے اور بعض حقوق والدین پڑوسیوں کے حقوق رشتہ داروں کے حقوق اور عام مسلمانوں کے حقوق فقراء کے امراء پر حقوق یا اس کے برعکس حقوق کو بیان کرتی ہیں ان میں سے بعض تنبیہہ کرتی ہیں کہ لوگوں کے جو قرض ہم پر واجب ہیں۔ ان کے بارے میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ اقتصادی اور مالی حالات میں ہمارا کیا کردار ہونا چاہیئے ہمیں اپنے دوستوں اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کس طرح معاملہ کرنا چاہیئے۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں جو تمام مکارم اخلاق کی جامع ہیں اور ان میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ علم کلام کا ایک کامل نمونہ بن سکیں۔ بعض یہ تعلیم دیتی ہیں کہ ہمیں مصائب و حوادث زمانہ پر کس طرح صبر کرنا چاہیئے اور بیماری و صحت کے حالات کا سامنا کیونکر کیا جائے۔ بعض اسلام کے لشکروں کے واجبات اور لوگوں پر جو ان کے واجبات ہیں اُن کے متعلق بتلاتی ہیں۔ یہ تمام باتیں دُعا کے اسلوب میں بیان کی گئی ہیں جو ظاہری چیزیں ان دعاؤں سے اُبھر کر سامنے آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ کی تعریف، اس کی عظمت و قدرت، اس کی توحید و تنزیہہ کا بیان ان امور کی تکرار تو ہر دُعا میں موجود ہے۔ مثلاً:

> حمد اس خدا کی جو اوّل ہے۔ بغیر اوّل کے جو اس سے پہلے ہو اور آخر ہے بغیر آخر کے جو اس کے بعد ہو وہ ذات کہ جس کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی آنکھیں قاصر ہیں اور جس کی تعریف سے وصف کرنے والوں کے اوہام عاجز ہیں اس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پہلے پہل پیدا کیا اور انھیں اپنی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

حیثیت وارادہ سے اختراع کیا جیسا اختراع کا حق ہے۔

اس طرح ہم اوّل وآخر کے دقیق معنی کو پڑھتے ہیں اور خدا کو اس سے منزہ پاتے ہیں۔ کوئی آنکھ اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ ہم انھیں دُعاؤں میں خلق وتکوین کے دقیق معنی کی قرأت کرتے ہیں۔ کبھی خدا کی قدرت وتدبیر کا بیان اس طرح ہوتا ہے۔

"حمد ہے اس خدا کی جس نے دن اور رات اپنی قدرت سے پیدا کئے اور ان میں امتیاز رکھا اور ہر ایک کے لیے ایک معین حد قرار دی۔ وہی ایک کو دوسرے میں داخل کرتا ہے وہی اپنی تقدیر سے جو بندوں کے لیے ہے۔ انھیں غذا دیتا ہے اور ان کی پرورش کرتا ہے۔ اس نے ان کے لیے رات تخلیق کی ہے تاکہ وہ اس میں سکون حاصل کرسکیں نہ انھیں تکان ہو نہ تھکاوٹ اسے اس نے ایسا لباس قرار دیا ہے کہ جسے وہ راحت وقیام کے لیے پہنتے ہیں وہی لباس ان کے لیے دل جمعی کا باعث بنتا ہے تاکہ اس کے ذریعے وہ لذت وشہوت حاصل کریں۔"

اَب دُعا کا ایک اور اسلوب دیکھئے جس میں یہ بیان کیا ہے کہ تمام امور اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

"اے وہ کہ جس کی وجہ سے ناپسندیدہ چیزوں کی گرہیں کھلتی ہیں اور اے وہ کہ جس کے سبب شدائد کی تیزی کُند ہوتی ہے اور اے وہ کہ جس سے راحت و کشائش کی طرف نکلنے کی راہ تلاش کی جاتی ہے۔ تیری قدرت کے سامنے سخت چیزیں ذلیل ہو جاتی ہیں اور تیرے لطف وکرم سے اسباب سبب بنتے ہیں اور تیری قدرت سے قضا جاری ہوتی ہے۔ تیرے ارادے پر چیزیں چلتی رہتی ہیں۔ یہ تیری مشیت پر بغیر تیرے کہنے کے فرمانبرداری کرتی ہیں۔ تیرے ارادے کے ساتھ تیری نہی کے بغیر بُری چیزوں سے رُکتی ہیں۔

۲۔ بندے پر اللہ کا فضل اور بندے کے خدا کے حق کو ادا کرنے سے عاجز ہونے کا بیان ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

"خدایا کوئی شخص تیرے شکر کی کسی انتہا تک نہیں پہنچتا مگر یہ کہ اس کو تیرا ایسا احسان مل جاتا ہے جو اس پر ایک اور شکر کو لازم کر دیتا ہے۔ کوئی تیری اطاعت کی کسی حد تک نہیں پہنچتا۔ اگرچہ وہ کتنی ہی کوشش کرے مگر یہ کہ وہ تیرے اس استحقاق تک پہنچنے سے جو تیرے فضل کی وجہ سے ہے۔ کوتاہ ہے۔ تیرے بندوں میں سے زیادہ شکر گزار بندہ تیرے شکر سے عاجز ہے اور زیادہ اطاعت گزار بندہ تیری اطاعت سے عاجز ہے۔"

ایک اور دعا کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

"اے میرے معبود اگر میں تیری بارگاہ میں اتنا گریہ کروں کہ میری آنکھ کی پلکیں گر جائیں اور اتنی بلند آواز سے گریہ کروں کہ میری آواز ختم ہو جائے اور تیری بارگاہ میں اتنا کھڑا ہوں کہ میرے پاؤں سوج جائیں اور میں تیرے لیے اتنے رکوع کروں کہ میری پشت اکھڑ جائے اور میں تیرے لیے اتنا سجدہ کروں کہ میری آنکھ کے ڈھیلے پھوٹ جائیں اور ساری عمر زمین کی خاک چھانتا رہوں۔ آخر زمانے تک گرد والا پانی پیتا رہوں اور تیرا ذکر کرتا رہوں، یہاں تک کہ میری زبان تھک جائے پھر میں آنکھ اٹھا کر اطراف آسمان کی طرف تجھ سے شرم و حیا کے بارے نہ دیکھوں تب بھی میں اس کا مستحق نہیں کہ میرے گناہوں میں سے ایک گناہ بھی محو ہو جائے۔"

۳۔ ثواب و عقاب اور جنت و جہنم کی تعریف اور یہ کہ اللہ کا سارا ثواب اس کے فضل کی بنا پر ہے۔ بندہ چھوٹی سی چھوٹی نافرمانی کی جرأت کرنے پر عذاب کا مستحق ہے۔ اور اس میں بندے کے خلاف اللہ کی حجت قائم ہے۔ تمام سجادیہ دعائیں اسی کی نغمہ سرائی کرتی ہیں۔ یہ سب دعائیں اپنے مختلف اسالیب کے ساتھ اس امر کی گواہ ہیں کہ وہ تدبر کرنے والے کے دل میں رعب اور معصیت پر اقدام کرنے کے بارے میں اسے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

گھبراہٹ میں ڈال دیتی ہیں :

"یا خدا تیری حجت قائم ہے اور تیری سلطنت ثابت ہے جو زائل نہیں ہو سکتی۔ پس اس کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے جو تجھے چھوڑ کر دوسری طرف جھکے اور اس کے لیے انتہائی نا اُمیدی ہے جو تجھ سے نا اُمید ہو اور اس کے لیے زیادہ بدبختی ہے جو تیرے معاملے میں دھوکا کھا جائے وہ تیرے عذاب میں کتنا گردش کریگا۔ اور اس کا لوٹنا پوٹنا تیرے عقاب میں کتنا طویل ہوگا اس کی حد کشاکشی سے کتنی دُور ہے۔ یہی تیری قضا و قدر کا عادلانہ فیصلہ ہے کہ جس میں تو ظلم و جور نہیں کرتا اور یہی تیرے حکم کا انصاف ہے جس میں تو ناانصافی نہیں کرتا۔ بیشک تو نے حجتوں کو ظاہر کر دیا ہے اور معذرتوں کی خوب دیکھ بھال کر لی ہے۔"

ایک اور دُعا کا ٹکڑا ملاحظہ فرمایئے :

"اے خدا تیرے دربار میں میری تنہائی اور تیرے خوف سے میرے دل کی دھڑکن اور تیری ہیبت سے میرے اعضاء و جوارح پر رحم فرما اے میرے ربّ بیشک تیری بارگاہ میں میرے گناہوں نے مجھے رسوا کر کے کھڑا کر دیا ہے۔ میں اگر خاموش رہتا ہوں تو میری طرف سے کوئی بولنے والا نہیں اور اگر کسی کو شفیع قرار دیتا ہوں تو میں شفاعت کا اہل ہی نہیں۔

ایک اور دُعا ملاحظہ کیجیے :

"اگر تُو مجھے حقیقی بدلہ دے تو مجھے ہلاک کر دے گا اور اگر تو مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ نہ لے تو مجھے تباہ کر دے گا۔ میں تجھ سے ان گناہوں کے درگزر کی خواہش کرتا ہوں جنہوں نے مجھے بوجھل کر دیا ہے۔ میں تجھ سے ان چیزوں کے سلسلے میں امانت چاہتا ہوں جن کے بوجھ نے مجھے گراں بار کر دیا ہے۔ پس رحمت فرما محمدؐ و آلِ محمدؐ پر اور میرے نفس کے ظلم کے باوجود مجھے بخش دے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اور اپنی رحمت کو میرا بوجھ اُٹھانے پر مُوکل کر دے۔

۴۔ بُرے اعمال اور پست صفات کو صاف و شفاف بنانے اور دل کو پاک کرنے کیلئے،

"خدایا اپنے لطف و کرم سے میری نیت کو پاک کر دے اور جو کچھ تیرے پاس ہے اس کے لیے میرے یقین کو پختہ کر دے۔ اپنی قدرت سے میرے فاسد خیالات کو درست کر دے۔ خدایا محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمت نازل فرما مجھے صالح ہدایت جس کا بدل میں تلاش نہ کروں اور طریق حق جس سے میں ٹیڑھا نہ ہو جاؤں اور ایسی نیت جس میں میں شک نہ کروں عطا کر دے خدایا مجھ میں ایسی کوئی عادت نہ ہو جو معیوب سمجھی جائے اور نہ کوئی ایسا عیب ہو جس کی ملامت کی جائے میرے بُرے افعال کی اصلاح کر دے اور اگر کوئی نقص ہو تو اس کی تکمیل کر دے۔"

۵۔ وہ دُعا جس سے لوگ اپنے کو بلند کر سکتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ذلیل نہ ہوں۔ اپنی حاجت سوائے خدا کے کسی کے سامنے پیش نہ کریں اور جہاں تک ہو سکے۔ طمع اور لالچ سے بچیں،

"خدایا جب مضطر ہوں تو میری مدد کرنا تاکہ میں غیر سے اعانت نہ طلب کروں اور جب میں فقیر و محتاج ہو جاؤں تو تیرے غیر کے آگے ہاتھ نہ پھیلاؤں اور جب مجھے خوف ہو تو تیرے غیر کے سامنے تضرع نہ کروں تاکہ میں تیرے رخ پھیر لینے کا مستحق نہ بن جاؤں۔"

"خدایا میں سب سے تعلق توڑ کر خلوص کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو گیا ہوں اور میں نے اپنا چہرہ اس سے پھیر لیا ہے جو تیری عطا کا محتاج ہے میں نے اپنے سوال کو اس سے منقلب کر لیا ہے، جو تیرے فضل و کرم سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ میں نے سمجھ لیا ہے کہ محتاج کا محتاج سے سوال کرنا اس کی رائے کی حماقت اور اس کی عقل کی گمراہی ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۶۔ اِن دعاؤں میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ دوسروں کے حقوق کی رعایت کی جائے ایک دوسرے کی مدد کی جائے اور آپس میں شفقت و محبت اور ایثار سے کام لیا جائے؛

خدایا میں تیری بارگاہ میں اِس مظلوم سے معذرت چاہتا ہوں جس پہ میری موجودگی میں ظلم ہوا اور میں اس کی مدد نہ کر سکا جو نیکی مجھ سے ہوئی۔ میں نے اس کا شکر ادا نہ کیا جس گناہگار نے میرے سامنے عذر کیا۔ میں نے اس کا عذر قبول نہ کیا۔ جس صاحب فقر و فاقہ نے مجھ سے سوال کیا۔ میں نے اس پر ایثار نہ کیا جس مومن کی طرف سے میرے ذمہ حقوق تھے میں نے اسے پورا نہ کیا جس مومن نے میرے سامنے عیب کیا۔ میں نے اسے نہ چھپایا۔

ایک اور دعا ہمیں تعلیم دیتی ہے کہ ہم پر یہ لازم ہے کہ جو ہم سے بُرائی کرے۔ ہم اسے معاف کر دیں اور انتقام نہ لیں۔ یہ دعائیں ہمارے نفوس کو قدسیین کے مقام کی طرف لے جاتی ہیں۔

"خدایا جو بندہ مجھ سے وہ کچھ لے لے جو تو نے اس پر حرام کیا تھا یا میری ہتک کرے جس سے تو نے اسے روکا تھا۔ پس وہ ظلم کر کے مر گیا یا اس سے پہلے میں مر گیا تو اسے بخش دے۔ جس نے میری طرف سے پشت پھیری تو اسے روزِ محشر نہ روک۔ اس جرم کی وجہ سے جس کا وہ مرتکب ہوا اس نے جو میرا گناہ کمایا تو اسے ظاہر نہ کریں نے جس عفو و بخشش کے لیے سخاوت کی یا بغیر معاوضہ صدقہ دیا اے خدا تو اسے پاکیزہ تر کر دے میں نے جن لوگوں کو معاف کیا یا جن کے لیے دعائیں کی ہیں ان کے عوض تو اپنی رحمت عطا فرما تاکہ ہم میں سے ہر ایک تیرے فضل سے باسعادت ہو جائے۔"

یہ آخری فقرے کس قدر حسین اور با وقعت ہیں۔ یہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمیں تمام لوگوں کے متعلق اچھی رائے رکھنی چاہیئے اور ہر ایک کے لیے سعادت و نیک بختی کی خواہش کرنی چاہیئے۔ اس قسم کی دعائیں صحیفۂ سجادیہ میں بہت زیادہ ہیں۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

زیارت مشاہد مقدسہ :

دُنیا کی تمام قومیں اپنے رہنماؤں کے یومِ ولادت یا یومِ وفات یا ان کے کسی کارنامے کی یاد تازہ کرتی رہتی ہیں خواہ ان کا رہنما دینی ہو یا دنیاوی جو قوم کسی شخص کو محسن سمجھتی ہے اس کی فطرت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اسے یاد رکھے اس کا بہترین طریقہ اس محسن کی قبر کی زیارت ہے۔ شیعہ امامیہ اس سلسلے میں بھی دوسری قوموں سے ممتاز ہیں کیونکہ یہ قبور انبیاء اور قبور ائمہ علیہم السلام کی زیارت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ وہ ان قبور کو پختہ کرتے ہیں اور ان کے گرد عظیم تعمیرات کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ہر قسم کی قربانی دیتے ہیں۔ وہ یہ اس لیے کرتے ہیں کیونکہ اوّل تر انھیں فطرت و شرافت مجبور کرتی ہے۔ دوئم ائمہ اہلِ بیتؑ نے انھیں زیارتِ قبور کی تاکید اور وصیت کی ہے اور اللہ کے نزدیک جو زیارت کا ثواب جزیل ہے اس کی طرف رغبت دلائی ہے۔ اس لحاظ سے کہ زیارت قبور واجب عبادات کے بعد افضل ترین اطاعت اور قربِ خداوندی کا باعث ہے اور اس لیے بھی کہ یہ قبور دعا کی قبولیت اور انقطاع الی اللہ کے لیے بہترین جگہیں اور مواقع ہیں بلکہ ائمہ اہل بیتؑ نے اپنے عہود کی وفا کی تکمیل زیارت کو قرار دیا ہے جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے :

> ہر امام کا ایک عہد اس کے دوستوں اور شیعوں کی گردنوں میں ہے اور اس عہد کی وفا ان کی قبروں کی زیارت ہے جو شخص ان کی زیارت میں رغبت کرے اور جس چیز کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس کی تصدیق کرے تو قیامت کے دن وہی اس شخص کی شفاعت کریں گے۔

چونکہ زیارت قبور میں دینی اور اجتماعی فوائد ہیں اس لیے ائمہ کے نزدیک زیادہ اہمیت اور اعتناء کی مستحق قرار پائی ہے۔ زیارت قبور ائمہ اور ان کے دوستوں کے درمیان جذبۂ ولا پیدا کرتی ہے اور ان کے کارناموں ان کے اخلاق اور ان کے جذبۂ جہاد کی یاد تازہ کرتی ہے اسی کی وجہ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

سے مختلف ملکوں کے مسلمان اور مومنین ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچانیں اور ایک دوسرے سے محبت اور پیار کریں اسی کی وجہ سے اللہ کے سامنے جھکنے اس کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے اوامر کی اطاعت کرنے کی لگن پیدا ہوتی ہے۔ یہی زیارت لوگوں کو حقیقت توحید اسلام کے نقوش کا اعتراف رسالت محمدیہؐ اور مدبر کائنات کے سامنے خشوع و خضوع کرنے اور اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ پس یہ زیارت اس جہت سے وہ ذمہ داری پوری کرتی ہے جس کا معینہ قیام منقول دعاؤں سے تھا جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ بلکہ بعض زیارات تو بلیغ ترین اور بلند ترین دعاؤں پر مشتمل ہیں۔ مثلاً زیارت امین اللہ۔ یہ زیارت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے۔ جب کہ آپ نے اپنے جد بزرگوار جناب امیر المومنینؑ کی زیارت کی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید نہج البلاغہ اور منقول دعاؤں کے بعد یہ زیارت بلند ترین عربی ادب سے مالا مال ہیں کیونکہ ان میں دینی شعور اور تہذیبی روایات کے متعلق ائمہ کے معارف کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے پھر ادائے زیارت کے آداب میں ایسی تعلیم ارشاد ہے جو ذیل کے عالی دینی معانی و مطالب کے محقق ہونے کی تاکید کرتی ہے مثلاً یہ کہ مسلمان کی روحانیت بہت بلند ہو اور فقیر و مسکین پر لطف و مہربانی کی اس میں روح پیدا ہو یہ زیارت مسلمانوں میں حسن معاشرت اور حسن سلوک کے جذبات ابھارتی ہیں۔ کچھ آداب ایسے ہیں جو مرقد مطہر میں داخل ہونے اور زیارت شروع کرنے سے پہلے ادا کرنے چاہئیں اور بعض ایسے ہیں جو اثنائے زیارت میں یا اس کے بعد بجا لائے جاتے ہیں۔

۱۔ زیارت کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ زائر زیارت شروع کرنے سے پہلے غسل و طہارت کرے تاکہ انسان اپنے بدن کو میل کچیل سے پاک کرے۔ اس طرح وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ لوگ اس کے بدن کی بدبو سے متنفر نہ ہوں گے۔ وہ اپنے نفس کو بھی رذائل اور پست چیزوں سے پاک کرے۔ ائمہ سے منقول ہے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کہ زائر غسل ختم کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔

خدایا تو میرے اس غسل کو پاکیزگی اور حرز کافی قرار دے۔ مجھے ہر مرض اور بیماری ہر آفت اور مصیبت سے نجات دے۔ میرے دل، میرے اعضاء و جوارح، میری ہڈیوں، گوشت پوست، خون، بال کھال اور گودے والی ہڈیوں کو پاک کر دے اور میرے فقر و فاقہ کے دن انھیں میرا گواہ بنا دے۔

۲۔ غسل کے بعد زیادہ صاف اور ستھرے کپڑے پہنے تاکہ لباس کی عمدگی کی وجہ سے عام لوگ اسے محبوب بنالیں اور عزت نفس و شعور میں زیادتی ہو۔ اچھے لباس سے مراد قیمتی لباس نہیں ہے بلکہ جیسے لباس اسے میسر ہیں اور جن پر وہ متمکن رہتا ہے۔ ان میں سے عمدہ لباس ہو کیونکہ ہر شخص کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ قیمتی لباس زیب تن کرے۔ اگر ایسا ہو تو غریب اور نادار لوگوں کے لیے تنگی ہو جائے گی اور امراء اور فقراء کے درمیان ایک خلیج حائل ہو جائے گی۔ لہٰذا اس ادب کی عمدگی یہ ہے کہ اس نے امراء اور فقراء کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر دی ہے۔

۳۔ لباس زیب تن کرنے کے بعد جو خوشبو میسر ہو لگائے اس کا فائدہ بھی عمدہ لباس کے فائدے کی طرح ہے۔

۴۔ خوشبو لگانے کے بعد حتی الامکان فقراء اور مساکین پر جتنا ہو سکے تصدق کرے۔ اس کا مقصد غربا کی اعانت ہے۔

۵۔ صدقے کے بعد بڑے سکون اور وقار کے ساتھ آنکھیں نیچی کر کے چلے اس کا مقصد حرم و زیارت کی توقیر اور جس کی زیارت مطلوب ہے اس کی تعظیم اور اللہ کی طرف توجہ اور انقطاع ہے اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مزاحمت اور گزرنے میں ایک دوسرے کی تنگی سے اجتناب ہے۔

۶۔ پھر بار بار تکبیر کہے بعض زیارات میں سو مرتبہ تکبیر کی تاکید ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نفس کو یہ شعور دلایا جائے کہ اللہ عظیم ہے اور کوئی چیز اس سے بڑی نہیں زیارت صرف اللہ کی عبادت، اس کی تعظیم، شعائر اللہ کو زندہ رکھنا اور دین کی تائید ہے۔

۷۔ نبی یا امام کی زیارت کے بعد کم از کم دو رکعت نماز پڑھے تاکہ خدا کا شکر ادا ہو کیونکہ اسی نے یہ توفیق بخشی کہ زائر زیارت کرے۔ اس نماز کا ثواب اس کے لیے ہدیہ قرار دے جس کی زیارت کی ہے۔ نماز زیارت کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ وہ زائر کو سمجھاتی ہے کہ اس کی نماز اور اس کا عمل صرف خدائے واحد کے لیے ہے۔ زیارت صرف تقرب خداوندی کے لیے ہے کیونکہ زائر خود کہتا ہے کہ اے خدا میں نے یہ نماز تیرے لیے پڑھی ہے اور تیرے ہی لیے رکوع و سجود کئے ہیں۔ اس میں ترے سوا کوئی دوسرا شریک نہیں تو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے خدایا محمدؐ و آلِ محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ میری زیارت قبول کر اور میری حاجات محمدؐ و آلِ محمدؐ کے صدقے میں پوری کر۔

یہ زیارات مقاصد ائمہ اور ان کے اتباع کو واضح کرتی ہیں لیکن جو لوگ جان بوجھ کر جاہل بنتے ہیں۔ ان کے منہ پر طمانچہ ہے۔ کیونکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔ ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ ان دینی اور اجتماعی فوائد سے روکا جائے جو شیعہ امامیہ کو حاصل ہیں اس قسم کے اجتماعات دشمنانِ اہل بیتؑ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں ورنہ اہل بیتؑ کی ذوات مقدسہ تو اللہ کی عبادت کے لیے ہی مختص رہیں انھوں نے خدا کے لیے ہر شے سے علیحدگی اختیار کی اور اپنی جانیں دین کی نصرت میں نثار کر دیں وہ بھلا اللہ کی عبادت میں شرک کرنے کے لیے لوگوں کو کس طرح دعوت دے سکتے تھے۔

۸۔ زائر پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آئے، گفتگو کم کرے۔ ذکر خدا زیادہ کرے اور زیادہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوٰۃ پڑھے۔ نگاہ نیچی رکھے اور اپنے حاجت مند بھائی کی حاجت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کے لیے دوڑے۔ ان سے ہمدردی اور مواسات سے پیش آئے۔ جھگڑے فساد سے دُور رہے اور زیادہ قسمیں کھانے سے پرہیز کرے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ زیارت نبی وامام پر سلام بھیجنا ہے وہ ہماری باتوں کو سنتے ہیں اور جواب سلام دیتے ہیں کیونکہ قرآن کی رُو سے

وہ زندہ ہیں اور اپنے رب سے رزق پاتے ہیں (قرآن)

زیارت میں اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ پر سلام ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ زیارات پڑھے جو ائمہ اہل بیتؑ سے منقول ہیں کیونکہ وہ فصیح و بلیغ ہیں اور ان میں مقاصدِ عالیہ اور فوائدِ دینیہ ہیں۔

اہلبیت کے نزدیک شیعہ ہونے کے کیا معنی ہیں؟

چونکہ ائمہ اہل بیت کو یہ علم تھا کہ حکومت ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئے گی۔ اس لیے وہ مسلمانوں کی ایسی صالح تہذیب و تربیت کرنا چاہتے تھے جو خدا کی پسندیدہ ہو جن لوگوں کو وہ اپنے رازوں کا امین سمجھتے تھے۔ انھیں وہ احکام شرعیہ اور معارف محمدیہ کی تلقین فرماتے تھے وہ اس شخص کو اپنا شیعہ اور پیرو کار نہیں سمجھتے تھے جو حکم خدا کا مطیع نہ ہو اور اپنی خواہشات سے اجتناب نہ کرتا ہو اور جو ان کی تعلیمات اور ارشادات کو نہ اپناتا ہو وہ صرف اپنی محبت کے دعوے کو نجات کے لیے کافی نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں یہ لوگ سہل انگاری اور شہوات نفسانی سے سکون حاصل کرتے ہیں اور خدا کی اطاعت کے لیے عذر لنگ پیش کرتے ہیں۔ ائمہ معصومینؑ اپنی محبت و ولا کو نجات کے لیے اس وقت تک کافی نہیں سمجھتے تھے۔ جب تک کہ وہ اعمال صالحہ کے ساتھ مقرون نہ ہو اور جب تک ان کا موالی صدق و امانت زہد و ورع اور تقویٰ کے ساتھ آراستہ اور پیراستہ نہ ہو امام خود فرماتے ہیں:۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

"اے خثیمہ ہماری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم اللہ سے کسی چیز کے ساتھ عمل کے بغیر بے پرواہ نہیں کر سکتے اور شیعہ ہماری محبت کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ زہد و پرہیزگاری اختیار نہ کریں قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید حسرت اس شخص کے لیے ہے جو عدل کی تعریف تو کرے پھر اس کی مخالفت کر کے اس کے غیر کی طرف جائے۔"

ائمہ معصومینؑ اپنے پیروکاروں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ حق کے داعی بنیں اور خیر و ارشاد کے رہبر ہوں۔ عمل کے ساتھ حق کی دعوت دینا زبانی دعوت سے زیادہ بلیغ ہے۔ اب ہم وہ مکالمے پیش کرتے ہیں جو ائمہ طاہرینؑ اور شیعوں کے درمیان ہوئے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ وہ لوگوں کے اخلاق کی تہذیب کے لیے کس حد تک سخت تھے۔

۱۔ امام محمد باقر علیہ السلام کا مکالمہ جابر جعفی کے ساتھ

اے جابر کیا تشیع کے ساتھ منسوب ہونے والے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ زبانی ہم اہلبیت کی محبت کا دم بھرے خدا کی قسم وہ ہمارا شیعہ نہیں جو اللہ سے نہ ڈرے اور اس کی اطاعت نہ کرے۔ شیعہ تو تواضع، خشوع، امانت، زیادہ ذکر خدا کرنے، روزہ، نماز، والدین سے نیکی کرنے، پڑوسیوں میں سے فقراء، مساکین، قرضہ داروں اور یتیموں کی دیکھ بھال کرنے، سچ بولنے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور لوگوں سے زبانوں کو روکنے سے پہچانے جاتے ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو اور اس چیز کے لیے عمل کرو جو اللہ کے پاس ہے۔ اللہ اور کسی کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں۔ اللہ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو زیادہ متقی ہو اور اس کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔

اے جابر خدا کی قسم ہم بھی اطاعت سے خدا کا قرب حاصل کرتے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہیں اور ہمارے پاس جہنم کی آگ سے برائت کا کوئی پروانہ نہیں نہ کسی کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت ہے۔ جو شخص اللہ کا مطیع ہے وہی ہمارا ولی اور ہمارا محب ہے اور جو خدا کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے ہماری ولایت بغیر عمل اور ورع کے حاصل نہیں ہو سکتی۔

۲۔ امام باقر علیہ السلام کا مکالمہ سعید بن حسن کے ساتھ۔

ابو جعفرؑ۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پاس آتا ہے اس کی تھیلی میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہے۔ اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لیتا ہے۔ اور وہ اسے نہیں روکتا۔

سعید۔ یہ بات تو ہم شیعوں میں نہیں۔

ابو جعفرؑ۔ پھر تو کچھ نہیں۔

سعید۔ پھر تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

ابو جعفرؑ۔ لوگوں میں ابھی تک عقلیں نہیں آئیں۔

امام جعفر صادقؑ کا مکالمہ ابو صباح کنانی کے ساتھ۔

کنانی۔ آپ کی وجہ سے ہمیں لوگوں سے کیا کیا برداشت کرنا پڑتا ہے۔

امام جعفر صادقؑ۔ تمہیں لوگوں سے کیا برداشت کرنا پڑتا ہے۔

کنانی۔ جب ہمارے اور کسی کے درمیان گفتگو ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے یہ جعفری خبیث ہے۔

امام جعفر صادقؑ۔ تو کیا لوگ میرے ذریعے تمہیں عار دیتے ہیں۔

کنانی۔ جی ہاں۔

امام جعفر صادق۔ خدا کی قسم تم میں بہت کم وہ لوگ ہیں جو جعفر کا اتباع کرتے ہیں۔ میرے اصحاب تو صرف وہ ہیں جن میں ورع اور پرہیز گاری شدید ہو جو خدا کے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

یے عمل کرتے ہوں اس کے ثواب کی اُمید رکھتے ہوں۔

۴۔ اس سلسلے میں امام جعفر صادقؑ کے کچھ ارشادات ہیں جنہیں ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں،

۱۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں نہ اس کے یے کوئی عزت و کرامت ہے جو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ کے شہر میں رہتا ہو اور کوئی شخص اس سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

۲۔ ہم کسی شخص کو اس وقت تک مومن شمار نہیں کرتے جب تک وہ ہمارے تمام امر کا اتباع نہ کرتا ہو۔ یاد رکھو ہمارے امر کا اتباع اور اس کا ارادہ کرنے میں ورع اور پرہیزگاری ہے۔ پس اس کے ساتھ خود کو مزین کرو خدا تم پر رحمت کرے۔

۳۔ وہ ہمارا شیعہ نہیں جس کی ورع اور پرہیزگاری کی باتیں پردہ نشیں عورتیں پردوں میں رہ کر نہ کریں اور وہ شخص ہمارے اولیاء میں سے نہیں جو کسی بستی میں رہتا ہو جس کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہو اور کوئی شخص اس سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

۴۔ جعفرؑ کا شیعہ تو صرف وہ ہے جس کا شکم اور جس کی شرم گاہ عفیف ہو جس کی کوشش اور جدوجہد راہِ خدا میں شدید ہو جو اپنے خالق کے یے عمل کرتا ہو اس کے ثواب کی اُمید رکھتا ہو اس کے عقاب سے ڈرتا ہو جب ایسے شخص کو دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ جعفری شیعہ ہے۔

ظلم و جور :

جن گناہوں کو ائمہ معصومینؑ انسان کے یے عظیم سمجھتے تھے۔ ان میں سے سب سے بڑا گناہ کسی پر تجاوز کرنا اور لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ ان کا یہ حکم قرآن مجید کے اتباع میں تھا جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

اور خدا کو غافل نہ سمجھنا ان اعمال سے کہ جنہیں ظالم کرتے ہیں ان کو تو اس دن کے یے تاخیر دیتا ہے جس دن آنکھیں دیکھ رہی ہوں گی۔ (قرآن)

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

حضرت امیرالمومنینؑ کے کلام میں تو وہ کچھ آیا ہے جو ظلم کی قباحت اور اس سے نفرت دلانے کی انتہا تک پہنچا ہوا ہے۔ نہج البلاغہ کلام نمبر ۲۱۹ میں آپ فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم اگر مجھے ہفت اقلیم دیئے جائیں۔ ان چیزوں کے ساتھ جو افلاک کے نیچے ہیں۔ اس صلے میں کہ میں خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے ایک چیونٹی سے جَو کا چھلکا چھین لوں تو میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔"

یہ انتہائی وہ امکانی صورت ہے جس کا تصور انسان ظلم سے پاک رہنے جور سے بچنے اور اس کے عمل کو بُرا سمجھنے کے لیے کر سکتا ہے۔ اگر اسے ہفت اقلیم بھی دے دیئے جائیں تو وہ چیونٹی سے جَو کا چھلکا نہیں چھینے گا مگر اس شخص کا کیا حال ہوگا جو مسلمانوں کا خون بہاتا ہے لوگوں کا مال چھینتا ہے۔ ان کی عزتوں اور کرامتوں کو حقیر سمجھتا ہے کیا اس کا قیاس امیرالمومنینؑ کے اس قول سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ خدا کا بلند ترین ادب ہے جس کا مطالبہ دین نوع بشر سے کرتا ہے۔ ظلم ان چیزوں میں سے ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ احادیث اہل بیتؑ اور ان کی دعاؤں میں ظلم کی مذمت کی گئی ہے۔ یہی ان کی سیاست تھی اور اسی پر وہ گامزن تھے۔ یہاں تک کہ ان اشخاص کے ساتھ بھی جو ان کے مقام عزت کے خلاف جرأت کرتے تھے وہ انکساری سے پیش آتے تھے۔ شامی کے ساتھ امام حسنؑ کا مشہور واقعہ ہے جس نے آپؑ کے سامنے گستاخی کی تو آپ نے نرمی برتی اور اس کے ساتھ اس طرح شفقت سے پیش آئے کہ اسے اپنے بُرے فعل کا احساس ہوا۔ ابھی آپ جناب سید الساجدینؑ کی دعا میں تجاوز کرنے والوں کو معاف کرنے اور ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کا ذکر پڑھ چکے ہیں۔ حالانکہ ظالم جتنی زیادتی کرے۔ اس پر اتنی زیادتی کرنا جائز ہے اور اسے بددعا دینی بھی جائز ہے لیکن جائز ہونا اور چیز ہے اور مکارم اخلاق کی رو سے عفو و بخشش کرنا دوسری بات ہے بلکہ ائمہ معصومینؑ کے نزدیک ظالم کو بددعا دینے میں مبالغہ کرنا بھی ظلم میں شمار ہوتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بندہ مظلوم ہوتا ہے وہ دعا کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ظالم ہو جاتا ہے۔

یعنی یہاں تک کہ وہ ظالم کے خلاف دُعا کرنے میں زیادہ تکرار کی وجہ سے ظالم ہو جاتا ہے اگر ظالم کے خلاف حد سے زیادہ بددعا کرنی بھی ظلم ہے تو اس کی کیا حالت ہو گی جو ظلم و جور میں ابتدا کرتا ہے۔ لوگوں پر زیادتی کرتا ہے۔ ان کی عزت و ناموس کو ڈستا ہے۔ ان کا مال لوٹتا ہے۔ ان کے خلاف ظالموں کے پاس جا کر چغل خوری کرتا ہے۔ انھیں دھوکہ دے کر ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ انھیں بُرے القاب سے یاد کرتا ہے یا ان کے خلاف جستجو میں لگا رہتا ہے۔ ایسے لوگ فقہ امامیہ میں بارگاہِ خداوندی سے یقیناً دور ہیں اور ان کے اعمال و افعال زیادہ قبیح ہیں۔

ظالموں سے تعاون :

ظلم کے زیادہ خطرناک ہونے اور اس کے بُرے انجام کی بنا پر خداوندِ عالم نے ظالموں کی اعانت اور ان کی طرف جھکاؤ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور نہ جھکو ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ظلم کیا۔ پس تمہیں آگ چھوئے گی اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں۔ پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (قرآن)

یہ ہے قرآن کا ادب اور یہی اہل بیت اطہارؑ کا ادب ہے۔ اہل بیتؑ نے ظالموں کی طرف جھکاؤ سے نفرت دلائی، ان سے متصل رہنے، ان کے کسی عمل میں شرکت کرنے، ان کی اعانت کرنے سے منع کیا ہے خواہ وہ اعانت کھجور کے دانے کے ساتھ کیوں نہ ہو اس میں شک نہیں کہ جس چیز میں اسلام اور مسلمان مبتلا ہیں وہ اہل جور سے سہل انگاری اور ان کی برائیوں سے چشم پوشی ہے۔ ظالموں کے ساتھ معاملہ کرنے، ان سے مناسبت و تعلق رکھنے، ان کی اعانت کرنے، حق و درستی کی شاہراہوں سے انحراف کی وجہ سے اسلامی معاشرے پر لامتناہی تباہیاں آئیں اور دین کمزور ہو گیا۔ اس کی قوت پراگندہ ہو گئی اور یہ اس حد تک جا پہنچا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جہاں وہ آج ہے۔ دین ایک غریب الدیار مسافر بن چکا ہے اور مسلمان اس حالت میں آ گئے ہیں کہ اللہ کے علاوہ اب ان کا کوئی مددگار نہیں رہا۔ یہاں تک کہ ان کے کمزور دشمن اور پست ترین ذلیل یہودی بھی ان پر پے در پے حملے کر رہے ہیں۔ ائمہ معصومینؑ نے بہت کوشش کی اور اپنے موالیوں کو ظالموں کے تعاون سے بہت روکا۔ ظالموں کے ساتھ نرمی برتنے کے خلاف آئمہ کے ارشادات اس قدر ہیں کہ ان کا احصار کرنا ناممکن ہے۔ ان میں سے امام زین العابدینؑ کا وہ خط بھی ہے جو آپ نے محمد بن مسلم زہری کو تحریر کیا ہے۔ اور ظالموں کے ظلم کی اعانت سے ڈرایا ہے وہ تحریر کرتے ہیں:

"کیا ایسا نہیں کہ تجھے ملانے والوں نے تجھے وہ کیل قرار دیا ہے جس کے گرد ان کے مظالم کی چکی گردش کرتی ہے اور تجھے پل بنایا ہے کہ جسے عبور کر کے وہ اپنی آزمائش گاہوں تک پہنچتے ہیں تجھے سیڑھی بنایا تاکہ گمراہی کے بام تک پہنچیں اور اس ذریعے سے علماء کو شک میں ڈالیں اور تیری وجہ سے جاہلوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچیں۔ ان کا بڑے سے بڑا معاون ان کے فساد کی اصلاح اور ان کے یہاں خواص و عوام کے آنے کا سبب تجھ سے کم ہے۔ پس انھوں نے جو کچھ تجھے دیا اُس سے بہت کم ہے جو انھوں نے تجھ سے حاصل کیا اور تجھے برباد کرنے کے مقابلے میں انھوں نے اپنے کو زیادہ آباد کیا تو اپنے نفس پر غور و فکر کر اور اس کا اس طرح حساب کر جس طرح ایک جوابدہ حساب کرتا ہے۔"

یہ جملے کس قدر عظیم ہیں کہ اپنے نفس کا حساب جوابدہ شخص کی طرح کیا جائے کیونکہ انسان پر جب اس کی خواہش نفس غالب آجاتی ہے تو وہ اپنے راز کی پوشیدہ گہرائیوں میں اپنے نفس کی عزت کو حقیر سمجھنے لگتا ہے اور اپنے اعمال کا خود کو جوابدہ نہیں سمجھتا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے مرتکب اور کسب شدہ اعمال کا حساب نہیں ہوگا۔ یہ چیز نفس امارہ کے اسرار میں سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے۔ اس لیے امامؑ نے چاہا کہ زہری کو اس نفسانی راز پر تنبیہ کریں جو اس کے اندر چھپا ہوا تھا تاکہ اس پر وہم کا غلبہ نہ ہو اور وہ اپنے نفس کے متعلق جو ابدی میں کوتاہی نہ کرے۔ ان احادیث میں سب سے زیادہ بلیغ حدیث جو ظالموں کی اعانت کے حرام ہونے کی تصویر کشی کرتی ہے۔

صفوان جمال کی وہ گفتگو ہے جو امام موسیٰ کاظمؑ سے ہوئی ہے۔ صفوان آپؑ کے شیعوں میں سے تھا۔ اس حدیث کے تمام راوی مؤثق ہیں۔ اس حدیث کے مطابق صفوان کہتا ہے کہ میں ایک دفعہ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

اے صفوان تیری ہر چیز اچھی اور جمیل ہے سوائے ایک چیز کے

میں نے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں وہ کون سی چیز ہے۔

فرمایا تیرا اپنے اُونٹ اس شخص کو کرائے پر دینا۔

میں نے کہا خدا کی قسم میں اسے فتنہ و فساد، شکار اور لہو و لعب کے لیے اُونٹ کرائے پر نہیں دیتا بلکہ میں تو مکّہ کے راستے کے لیے دیتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنے غلاموں کو بھیجتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا کیا تمہارا کرایہ ان کے ذمہ رہ جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں

آپؑ نے فرمایا تو اس کی بقا اور زندگی اس وقت تک چاہتا ہے جب تک تیرا کرایہ اس سے نکل نہ آئے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں میں آپؑ پر قربان جاؤں۔

آپؑ نے فرمایا پس جو شخص ان کی بقا چاہے وہ انہیں میں سے ہے اور جو ان میں سے ہو وہ جہنمی ہے۔

صفوان کہتے ہیں کہ میں آپؑ کی بارگاہ سے چلا گیا اور میں نے اپنے تمام اُونٹ فروخت کر دیئے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جب صرف ظالموں کی زندگی اور بقا کو چاہنا اس منزل تک پہنچا دیتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا بنے گا جو ظالم کی اعانت کرتا ہے اور اس کے ظلم و جور کی تائید کرتا ہے۔ اور کیا حال اس شخص کا ہوگا جو ظالموں کے زمرے میں رہے ان کے جیسے اعمال کرے۔ ان کے قافلے کے ساتھ چلے اور ان کے احکام کی تعمیل کرے۔

ظالم حکومت میں رہتے ہوئے کیا ذمہ داری ہے :

جب ظالموں کی اعانت کرنا خواہ آدھے کھجور کے دانے کے برابر ہو اور ان کی بقا کا چاہنا انتہائی نازیبا ہو تو ان کے حکم اور فیصلوں میں شرکت کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اسی طرح ان کے وظائف و ولایت میں داخل ہونا یعنی ان کی ملازمت کرنی ان کی حکومت کا موسس ہونا یا ارکان سلطنت میں سے ہونا یا ان کے حکم و احکام کو مضبوط کرنا ائمہ علیہ السلام کے احکام کی رو سے سخت ترین گناہ ہے۔ تحف العقول کی حدیث کے مطابق امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ

> ظالم و جابر کی حکومت تمام حق کے مٹنے اور کل کے کل سب باطل کے زندہ ہونے کا سبب ہے۔

مگر آپؑ ہی سے منقول ہے کہ ظالم کی حکومت قبول کرنا اس وقت جائز ہے جب اس میں رہ کر عدل کی حفاظت، حدودِ خدا کا قیام، مومنین سے نیکی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو سکے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ :

> بیشک ظالموں کے دروازوں پر اللہ کے ایسے بندے ہوتے ہیں۔ جن سے خدا اپنی برہان کو منور کرتا ہے اور انھیں شہروں میں تمکین دیتا ہے۔ ان کے ذریعے اپنے اولیاء کے مصائب کو دفع کرتا ہے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کے معاملات کی اصلاح فرماتا ہے وہی لوگ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

حقیقی مومن ہیں وہ زمین پر اللہ کے منارے ہیں وہ اللہ کی رعیت میں اس کی روشنی ہیں۔

حکام اور حکومت کے کارندوں کو کس طرح عمل کرنا چاہیئے اس کا تذکرہ اس مراسلے میں پڑھیے جو امام جعفر صادقؑ نے عبداللہ نجاشی امیر اہواز کی طرف بھیجا تھا۔

(وسائل کی کتاب بیع باب)

وحدتِ اسلامی کی دعوت :

اہلِ بیت عصمتؑ کے متعلق یہ بات عرفان کی حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ وہ مظاہرِ اسلام کی بقا اس کی عزت و حرمت کی دعوت اہلِ اسلام کے کلمہ کی وحدت ان کے درمیان بھائی چارہ کی حفاظت اور دلوں سے کینہ اور نفوس سے بغض کی دُوری پر مصر تھے۔ امیرالمومنینؑ کا جو موقف اپنے سے پہلے خلفا کے بارے میں تھا بھلایا نہیں جا سکتا حالانکہ حضرتؑ ان خلفا سے ناراض تھے۔ آپؑ کا یہ عقیدہ تھا کہ انھوں نے آپؑ کا حق غصب کیا ہے لیکن اس کے باوجود آپؑ ان کے ساتھ صلح و صفائی سے رہتے تھے بلکہ آپؑ نے اپنی اس رائے کا بھی عموماً اظہار نہ فرمایا کہ آپؑ منصوص من اللہ جانشینِ رسول ہیں لیکن جب امرِ خلافت آپؑ کی طرف پلٹ آیا تو اس وقت آپؑ نے باقی ماندہ اصحاب نبیؐ سے مقام رحبہ پر غدیر خم کے نص کی گواہی طلب فرمائی۔ کئی بار آپؑ نے اس زمانے کے متعلق فرمایا۔

"مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے اسلام اور اہلِ اسلام کی مدد نہ کی تو مجھے اس میں رخنہ دیکھنا پڑے گا۔"

آپؑ سے کوئی ایسا فعل بھی صادر نہ ہوا جو ان کے ملک و سلطنت کی شوکت و دبدبہ پر اثر انداز ہوتا یا ان کی بادشاہت اور حکومت میں کمزوری کا باعث بنتا یا ان کی ہیبت و سطوت میں کمی پیدا کرتا۔ آپؑ نے اپنے آپ کو گوشہ نشین و خانہ نشین کر لیا۔ آپؑ نے اسلام کے عمومی مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اسلام میں کوئی رخنہ اور گراوٹ نہ آ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

جائے۔ خاموشی اختیار کی۔ یہی سبب تھا کہ عمر ابن خطاب بار بار کہا کرتے تھے کہ میں اس مشکل مسئلہ کے وقت زندہ نہ رہوں جس کے حل کرنے کے لیے ابوالحسنؑ موجود نہ ہوں یا یہ کہتے تھے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔'

اسی طرح امام حسنؑ کا موقف بھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ آپؑ نے معاویہ سے صلح کر لی کیونکہ آپؑ سمجھتے تھے کہ جنگ پر اصرار سے قرآن کریم بلکہ اسلام کا نام تک اس دنیا سے مٹ جائے گا اور شریعت اس طرح محو ہو جائے گی کہ اس پر عمل کرنے والے بھی نہ رہ جائیں گے اور جو مومنین باقی رہ گئے ہیں۔ وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ آپؑ نے بظواہر اسلام اور دین کے نام کی حفاظت کو ترجیح دی اور معاویہ جیسے دین کے سخت ترین دشمن سے صلح کر لی حالانکہ آپؑ کو اپنے اور اپنے پیروکاروں پر ظلم و ذلت کا ڈر تھا اور بنی ہاشم اور آپ کے شیعوں کی تلواریں نیام میں جانے سے انکار کرتی تھیں لیکن اسلام کی بلند ترین مصلحت آپؑ کے نزدیک ان تمام چیزوں سے اہم تھی۔ رہ گئے امام حسینؑ شہید کربلا تو آپؑ یزید کے مقابلے میں اس لیے ڈٹ گئے کیونکہ آپؑ دیکھ رہے تھے کہ اگر بنی اُمیہ کے حالات اسی طرح رہے اور ان کے سامنے کوئی کھڑا نہ ہوا جو ان کی بُری نیتوں کا پردہ چاک کرے تو عنقریب اسلام کا ذکر تک محو ہو جائے گا اور اس کی عظمت و بزرگی خاک میں مل جائے گی۔ اس لیے آپؑ نے چاہا کہ ان کے ظلم و جور کی داستان کو صفحۂ تاریخ پر ثبت کر دیں اور رات کی تاریکیوں میں شریعت رسولؐ کے خلاف جو سازشیں ہو رہی ہیں۔ انھیں دن دہاڑے رسوا کر دیں اور وہی ہوا جو آپؑ چاہتے تھے۔ اگر آپؑ کا مبارک قدم نہ اٹھتا تو اسلام ایک ایسی خبر بن جاتا جسے تاریخ باطل کہہ کر رد کر دیتی۔ شیعہ آپؑ کے تذکرے اور یاد کو اس لیے تازہ کرتے ہیں تاکہ ظلم و جور کے مقابلے میں آپ کا پیغام زندہ رہے۔ یہی باقی ائمہ اطہارؑ کا مقصد بھی تھا۔

امام زین العابدینؑ کے موقف کو دیکھیے کہ آپؑ نے بنی اُمیہ کے بادشاہوں کے ساتھ کس طرح وقت گزارا حالانکہ آپؑ ان سے اپنے بزرگوں کے خون کا بدلہ چاہتے تھے۔ آپؑ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کی ہتک حرمت بھی ہوئی تھی۔ آپؑ دکھی اور محزون بھی تھے لیکن اس کے باوجود آپؑ خلوت میں مسلمانوں کے لشکروں کی نصرت، اسلام کی عزت اور مسلمانوں کے امن وسلامتی کے لیے دعا فرماتے تھے۔ آپؑ نے اپنے شیعوں کو تعلیم دی کہ وہ جیوش اسلامیہ اور مسلمانوں کے لیے دعا فرمائیں۔ آپؑ اپنی مشہور دعائے ثغور میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"خدایا رحمت نازل فرما۔ محمدؐ وآل محمد پر مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ کر، ان کے ہتھیاروں کو تیز کر دے۔ ان کے سماج کی حفاظت فرما ان کے گروہ نواح کو محفوظ رکھ۔ ان کی جماعت میں الفت پیدا کر دے ان کے امر کی تدبیر اور ان کی خوراک کا لگاتار انتظام کر دے۔ ان کے اخراجات کی کفایت فرما۔ نصرت وامداد کے ساتھ ان کے کندھوں کو مضبوط کر دے۔ صبر کے ساتھ ان کی اعانت فرما اور دشمنوں کے مکر وحیلہ کے مقابلے میں ان پر لطف وکرم فرما۔

خدایا اہل اسلام کی قوت کو اور قوت دے۔ ان کے گھروں کی حفاظت کر۔ ان کے اموال کو ثمر آور بنا۔ اپنی عبادت کے لیے انھیں ان کی جنگ سے فارغ کر دے۔ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے بجائے وہ تیرے ساتھ خلوت کریں تاکہ زمین کا کوئی چپہ تیری عبادت سے خالی نہ رہ جائے اور ان میں سے کسی کی پیشانی تیرے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے۔"

یہ آپؑ کی طویل ترین دعا ہے اور اسی طرح آپؑ دعا کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے ہیں۔ اس دعا میں مسلمانوں کے لشکر کو مکارم اخلاق کی طرف متوجہ کیا گیا ہے یہ دعا جہادِ اسلامی کے لیے جنگی تعلیمات کے لیے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ جہاد کی غرض وغایت اور فوائد بھی بتاتی ہے۔ یہ مسلمانوں کو تنبیہ کرتی ہے کہ انھیں دشمن سے کس طرح بچنا چاہیئے اور ان کے ساتھ معاملہ اور مقابلہ کرنے کے لیے کون سا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے۔ انقطاع الی اللہ اور جہاد میں اخلاص پیدا کرنے کے لیے کون کون سی چیزیں ان پر واجب ہیں یہی موقف

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دوسرے ائمہ معصومینؑ کا اپنے اپنے دور کے بادشاہوں کے ساتھ رہا۔ حالانکہ انہیں ان کے ہاتھوں طرح طرح کے مصائب و شدائد برداشت کرنا پڑے۔ ائمہ معصومین کو یہ علم تھا کہ حکومت ایک عرصے تک ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئے گی۔ اس لیے انھوں نے اپنے پیروکاروں کو دین کے بلند ترین مقاصد کی طرف متوجہ کیا۔ جتنی تحریکیں اور انقلابات اولاد علیؑ یا دوسرے لوگوں کی طرف سے ان کے زمانے میں اُٹھے وہ ائمہ معصومینؑ کے مشورے یا ان کی رغبت سے نہ تھے بلکہ وہ سب کے سب ان کی ہدایت کے صریح خلاف تھے کیونکہ ان کا اس بات پر اصرار تھا کہ اسلامی حکومت باقی رہے خواہ وہ بنی عباس کے کسی شخص کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو جو وصیت کی وہ بہت اہم ہے۔

"اپنی گردنوں کو اپنے بادشاہ کی اطاعت چھوڑ کر ذلیل نہ کرو اگر وہ عادل ہے قوانین الٰہی پر عامل ہے تو اللہ سے اس کی بقا کی دعا کرو اور اگر وہ ظالم ہے تو اللہ سے اس کی اصلاح کا سوال کرو کیونکہ تمہاری درستی تمہارے بادشاہ کی درستی و اصلاح میں ہے۔ عادل بادشاہ مہربان باپ کی طرح ہے۔ اس لیے اس کے لیے وہ کچھ پسند کرو جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو اور اس کے لیے وہ کچھ ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔ البتہ ظلم میں کبھی بھی اعانت نہ کرو۔"

اِن حقائق کے دیکھنے کے بعد شیعوں پر کتنا بڑا ظلم ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ ایک پوشیدہ گروہ ہے جو توڑ پھوڑ کرتا ہے، تخریب کار ہے اور اس کا کام اِنتقام لینا ہے۔ یہ درست ہے کہ ائمہ معصومینؑ کا ہر پیرو ظلم اور ظالموں سے بغض رکھتا ہے اہلِ جور اور اہلِ فسوق سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اور ان کے اعوان و انصار کی طرف کراہت، ناپسندیدگی، وحشت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ عادت ان کے نفوس میں ہے جو پشت در پشت ورثے میں منتقل ہوتی جا رہی ہے لیکن اس کے باوجود ان کی عادت مکر و فریب اور دھوکا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

دینا نہیں ہے نہ انکا طریق کار دہشت گردی کرنا ہے نہ اسلام کے نام پر قائم شدہ حکومت کے خلاف کوئی تحریک چلانا ہے۔ وہ کسی کو دھوکا دینا یا کسی مسلمان پر کسی قسم کی زیادتی کرنا جائز نہیں سمجھتے جو مسلمان شہادتین کی گواہی دیتا ہے۔ اس کا مال اس کا خون اور اس کی عزت محفوظ جانتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اپنے بھائی کے بھائی چارہ کے حقوق کو تسلیم کرتے ہیں۔

مسلمان پر مسلمان کے حقوق :

سب سے بڑی اور عمدہ چیز جس کی طرف دینِ اسلام دعوت دیتا ہے وہ مختلف طبقات مراتب و منازل کے باوجود مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ ہے۔ اس طرح سب سے پست اور ذلیل طریقہ جسے آج اور آج سے پہلے مسلمان اپنا چکے ہیں۔ بھائی چارہ سے چشم پوشی ہے۔ بھائی چارہ کے تقاضوں میں سے آسان ترین تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے' اور اس کے لیے وہی ناپسند کرے جو وہ اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام کی عادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روحِ اسلام سے قریب ترین تھیں اور ہم اس رُوح سے کتنے دُور ہو گئے ہیں۔ کاش مسلمانوں کے مقدر میں یہ ہوتا کہ وہ اپنے نفوس سے انصاف کرتے اور اپنے دین کو پہچانتے اور دین میں سے صرف یہی لے لیتے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتے جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں پھر نہ ظلم و تجاوز نظر آتا نہ جھوٹ اور فریب نہ غیبت ہوتی نہ چغل خوری نہ کسی پر تہمت لگتی نہ کسی کی اہانت ہوتی اور نہ جبر و تشدد ہوتا۔ اگر مسلمان ایسا کرتے تو صفحۂ زمین سے ظلم و عدوان اُٹھ جاتا پھر تمام نوع بشر بھائیوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھتی اور سعادت اجتماعی کے اعلیٰ درجات مکمل ہو جاتے اس طرح متقدمین فلاسفہ کے بہترین معاشرہ کے خواب شرمندہ تعبیر ہو جاتے جب محبت و مودت کا ہر طرف سے تبادلہ ہوتا تو نہ حکومت کی ضرورت ہوتی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نہ پولیس کی نہ قید خانوں کی ضرورت ہوتی نہ قانون بنانے پڑتے، نہ حدود و قصاص کے احکام ہوتے، نہ انھیں سامراجی قوتوں کے سامنے جھکنا پڑتا نہ انھیں کسی ظالم و جابر حکومت کے سامنے خشوع و خضوع کرنا پڑتا نہ طاغوتی طاقتیں ان پر ظلم و استبداد کرتیں اس طرح یہ ساری زمین جنت کا نمونہ بن جاتی۔

اگر نوع بشر کے درمیان قانون محبت کی عمل داری ہو جیسا کہ دین چاہتا ہے تو ہماری بحث سے عدل کا لفظ ہی محو ہو جائے نہ ہمیں عدل اور اس کے قوانین کی ضرورت رہے۔ نہ ہم اس کلمہ کو استعمال کریں کیونکہ انسان عدل کے استعمال کا محتاج اور اس کے قوانین کا متلاشی تب ہوتا ہے۔ جب اس میں اس کے لیے محبت نہ ہو جس کے ساتھ اسے عدل کرنا ہو لیکن جہاں محبت کا تبادلہ ہو ایک بھائی اپنے دوسرے بھائی کے لیے اپنی مرغوب ترین چیز چھوڑ دے وہاں عدل و مصلحت کی پھر کیا ضرورت ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ انسان یا تو اپنے نفس کے ساتھ محبت کرتا ہے یا ان چیزوں سے جو اس کے نفس سے مناسبت رکھتی ہیں۔ یہ محال ہے کہ انسان اس شے سے محبت کرے جو اس کی ذات سے خارج ہے یا جسے اس سے کوئی ربط نہ ہو۔ جب تک کسی شے سے محبت اور اس کی طرف رغبت نہ ہو۔ انسان کا اس کے لیے قربانی دینا محال ہے کسی شے کے لیے قربانی کا جذبہ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب ایسا عقیدہ پیدا ہو جائے جو اس کی مرغوب چیزوں سے زیادہ قوی ہو مثلاً جب اس کے عدل کا عقیدہ پختہ ہو جائے تو اس کے مرغوبات کا ایک حصہ بن جائے گا بلکہ اس کے نفس کا ایک جزو ہو جائے گا۔ یہ مثالی عقیدہ نفس انسان میں پیدا ہونے کے بعد یہ مطالبہ کرے گا کہ وہ اپنی روح کو مادی اعتبارات سے بلند کرے تاکہ عدل اور غیر کے ساتھ احسان کرنے کی اعلیٰ مثال کو درک کر سکے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے نفس میں سچی اخوت اور بھائی چارہ نیز عطوفت و مہربانی کا شعور پیدا کرے۔

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھائی چارے کا شعور حاصل کرے اور اگر دیگر مرغوبات اور انانیت کی وجہ سے عاجز ہے تو اس پر لازم ہے کہ اسلامی ارشادات کی

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

پیروی کرے اور اگر اس سے بھی عاجز ہے تو وہ مسلمان نہیں۔ وہ اللہ کی ولایت سے محروم ہے اور اللہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں اکثر اوقات انسان پر شہوات طغیانی کرتی ہیں۔ اس لیے اس کے واسطے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کو عقیدہ عدل کو قبول کرنے کے لیے تیار کرے تاکہ اس میں یہ عقیدہ مکمل طور پر راسخ ہو جائے اور اس قوت سے وہ اپنی شہوات پر غالب ہو جائے اسی لیے تو بھائی چارہ کے حقوق کا قیام تعلیمات دین میں زیادہ شاق اور سخت ہے۔ امام جعفر صادقؑ نے اپنے ایک صحابی معلّٰی بن خنیس سے بھائی چارے کی فقط اتنی ہی وضاحت کی جتنی وہ برداشت کرے۔

معلّٰی کہتے ہیں کہ میں نے امامؑ سے سوال کیا کہ مسلمان کا مسلمان پر کیا حق ہے۔

امامؑ نے فرمایا کہ اس کے سات حقوق ہیں جو واجب ہیں ان میں سے اگر کوئی بھی ضائع کر دے تو وہ اللہ کی ولایت اور اس کی اطاعت سے خارج ہے اور اللہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

میں نے عرض کیا کہ میں قربان جاؤں وہ کون کون سے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا کہ اے معلّٰی میں تجھ پر شفیق ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں انھیں ضائع نہ کر دے اور اگر معلوم کرے تو ان پر عمل نہ کرے۔

میں نے کہا لا قوۃ الا باللہ۔ قوت و طاقت تو فقط اللہ کی طرف سے ہے۔

امامؑ نے فرمایا: کہ ان میں سے آسان حق یہ ہے کہ تو دوسروں کے لیے وہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرے اور ان کے لیے وہ ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرے۔

میں کہتا ہوں یہ تو ہوا آسان ترین حق (سبحان اللہ) ہم آسانی کو کس طرح محسوس کر سکتے ہیں، قبیح ہیں وہ چہرے جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کے آسان ترین حقوق واجبہ پر عمل نہیں کرتے امام عالی مقامؑ نے ان ساتوں حقوق کی اس طرح وضاحت فرمائی۔

۱۔ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہ پسند کر جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے اور اس

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

کے لیے وہ کچھ ناپسند کر جو اپنے نفس کے لیے ناپسند کرتا ہے۔

۲۔ اس کی ناراضگی سے اجتناب کر اس کی رضا کے تابع رہ اور اس کے حکم کی اطاعت کر۔

۳۔ اپنے نفس اپنے مال اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے اس کی اعانت کر۔

۴۔ اس کی آنکھ اس کا رہبر اور اس کے لیے آئینہ بن جا۔

۵۔ جب وہ بھوکا ہو تو خود سیر نہ ہو۔ جب وہ پیاسا ہو تو خود سیراب نہ ہو۔ جب وہ ننگا ہو تو لباس نہ پہن۔

۶۔ اگر تیرے پاس خادم ہے اور اس کے پاس نہ ہو تو اپنا خادم اس کے پاس بھیج دے تاکہ وہ اس کی خدمت کرے۔

۷۔ تو اس کی قسم پوری کر اس کی دعوت قبول کر۔ اس کے بیمار کی عیادت کر۔ اس کے جنازے میں شرکت کر اور جب تجھے اس کی کسی حاجت کا علم ہو تو اس کی طرف جلدی کر اس کو بات پر مجبور نہ کر کہ وہ تجھ سے سوال کرے۔ جب تو ایسا کرے گا تو اپنی ولایت و محبت کو اس کی ولایت و محبت سے ملا دے گا۔

اس حدیث کے مضمون کی بہت سی حدیثیں کتاب وسائل الشیعہ کے مختلف ابواب میں درج ہیں۔ کبھی کبھی لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ احادیث اہل بیتؑ میں جو اخوت اور بھائی چارے کا ذکر ہے۔ اس سے مقصود فقط شیعہ اور موالیوں سے بھائی چارہ رکھنا ہے۔ معاویہ بن وہب ناقل ہے کہ اس نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ ہمیں اپنے ساتھ میل جول رکھنے والوں اور اغیار کے ساتھ کس طرح سلوک کرنا چاہیئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ تم اپنے ائمہ کی طرف دیکھو جن کی اقتدا تم کرتے ہو۔ پس جو کچھ وہ کرتے ہیں وہی تم بھی کرو۔ خدا کی قسم وہ ان کے بیماروں کی عیادت کرتے ہیں۔ ان کے جنازوں میں شرکت کرتے ہیں۔ ان کے حق میں اور ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں اور ان کی امانتیں ادا کرتے ہیں۔ باقی رہی وہ اخوت جو ائمہ معصومینؑ اپنے پیروکاروں سے چاہتے ہیں وہ اس اسلامی بھائی چارہ سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس سلسلے میں ابان بن تغلب کا حضرت ابو عبداللہؑ کے ساتھ مکالمہ پڑھ لیں جس میں ابان اپنے متعلق ہی گفتگو کرتے ہیں۔

ابان کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبداللہؑ کے ساتھ طواف میں مصروف تھا پس میرے سامنے میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص آیا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کے ساتھ کسی حاجت کے سلسلے میں جاؤں۔ حضرت ابو عبداللہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا اے ابان شاید یہ تمہیں چاہتا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں آپؑ نے فرمایا کہ وہ تمہارا ہم مسلک ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا کہ طواف توڑ دو اور اس کے ساتھ جاؤ۔ میں نے کہا اگر طواف واجب بھی ہو فرمایا ہاں۔ ابان کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے ساتھ چلا گیا۔ پھر بعد میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپؑ سے مومن کے بارے میں سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے پیچھے نہ پڑو۔ پس میں بار بار یہی سوال دہراتا رہا۔ یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا۔ اے ابان تو اس کے ساتھ اپنا مال آدھا آدھا تقسیم کرتا ہے پھر آپ نے میری طرف دیکھا اور جو کچھ میرے اندر داخل ہو گیا تھا۔ اسے ملاحظہ فرمایا یعنی آپؑ کا ارشاد مجھے گراں گزرا تھا تو آپؑ نے فرمایا اے ابان کیا تو نہیں جانتا کہ قرآن میں خداوند عالم نے اپنے نفس پر ترجیح دینے والوں اور ایثار کرنے والوں کا ذکر کیا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں آپؑ نے فرمایا کہ اگر تو نے اس سے اپنا مال نصف نصف تقسیم کیا۔ تو تو نے اسے ترجیح تو نہ دی۔ نہ ایثار کیا۔ ایثار تو اس وقت ہوتا جب تو اپنا نصف حصہ بھی اسے دے دیتا۔

افسوس ہے کہ ہماری شرمناک حالت ہمیں یہ حوصلہ نہیں دلاتی کہ ہم اپنے آپ کو حقیقی مومن کہہ سکیں کیونکہ ہم ایک وادی میں پھرتے ہیں اور تعلیمات ائمہؑ دوسری وادی میں جو جذبہ ابان کے دل میں پیدا ہوا تھا وہی ہمارے دلوں میں بھی ابھرتا ہے۔ پس ہم منہ پھیر کر اور جان بوجھ کر اسے بھلانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مخاطب کوئی غیر ہے اور جوابدہ کی طرح ہم اپنے نفس کا حساب نہیں کرتے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

قیامت بعث اور معاد :

مذہب شیعہ کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم لوگوں کو موت کے بعد پھر زندہ کرے گا پس اطاعت گزار بندوں کو ثواب اور گناہگار بندوں پر عذاب ہوگا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس پر تمام شریعتوں اور فلاسفہ کا اتفاق ہے۔ اور ایک مسلمان کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ اس قرآنی عقیدے کا اعتراف کرے جسے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ جو شخص اللہ پر یقین رکھتا ہے۔ وہ یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ حضرت محمدؐ خدا کے رسول ہیں جنھیں خدا نے ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ بعث ثواب وعتاب جنت وجہنم پر بھی یقین رکھے۔ قرآن نے اس کی تصریح کی ہے اور بے شمار آیتیں اس عقیدے کو واضح کرتی ہیں اب اگر کسی کو اس میں شک ہو تو وہ رسالت مآب، وجود خالق کائنات اور اس کی قدرت میں شک کرتا ہے اور یہ شک اس وقت تک عارض نہیں ہو سکتا۔ جب تک تمام ادیان اور تمام شریعتوں میں شک نہ کرے۔

معاد جسمانی :

تمام مذکورہ مباحث کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاد جسمانی دین اسلام کے بدیہات میں سے ایک بدیہی چیز ہے کیونکہ قرآن مجید کی صریح آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

"کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے۔ ہاں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کے پوروں کو درست کریں"۔ (سورۂ القیامہ آیت ۳)

اور اگر تمھیں تعجب ہے تو ان کا قول عجیب ہے کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو ہم ایک نئی خلقت میں ہوں گے۔ (سورۂ رعد۔ آیت ۵)

تو کیا ہم پہلی مرتبہ خلق کرنے سے عاجز تھے بلکہ وہ تو خلقت جدید کی وجہ سے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اشتباہ میں ہیں۔ (سورۂ ق۔ آیت ۱۴)

اجمالی طور پر معاد جسمانی صرف اتنی سی چیز ہے کہ انسان بعث و نشور کے دن خراب و برباد ہونے کے بعد لوٹ آئے گا۔ اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے بعد اپنی پہلی ہیئت کی طرف لوٹ آئے گا۔ باقی رہیں معاد جسمانی کی تفصیلات تو ان کا عقیدہ رکھنا سوائے ان چیزوں کے جو معاد جسمانی کے تابع ہیں ضروری نہیں مثلاً حساب کتاب، صراط، میزان، جنت، جہنم، ثواب، عقاب جن کی تفصیل قرآن مجید میں موجود ہے اس سلسلے میں وہ معرفت حاصل کرنی ضروری نہیں جن تک صاحبان تحقیق بھی نہیں پہنچ سکتے۔ مثلاً یہ علم پیدا کرنا کہ آیا بدن اپنی ذوات کے ساتھ پلٹ آئیں گے یا ان جیسے بدن جیسی ہیئت میں پلٹیں گے۔ اور آیا ارواح اجسام کی طرح معدوم ہو جائیں گی یا یہ ہمیشہ رہیں گی۔ یہاں تک کہ قیامت میں اپنے ابدان سے مل جائیں گی یا معاد صرف انسانوں کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر قسم کے جانوروں پر بھی جاری ہوگی۔ اور ان کی واپسی حکم خدا سے دفعتاً ہوگی یا تدریجاً اس طرح جنت جہنم کے ساتھ یہ عقیدہ ضروری نہیں کہ آیا یہ دونوں اس وقت موجود ہیں اور اگر موجود ہیں تو آسمان میں ہیں یا زمین پر یا ان میں سے ایک آسمان پر ہے، دوسری زمین پر اسی طرح میزان کے عقیدے کے سلسلے میں بھی یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ وہ معنوی میزان ہے یا اس کے واقعی دو پلڑے ہیں۔ اسی طرح پل صراط آیا ایک پتلا سا جسم ہے یا اس سے مراد معنوی استقامت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تحقیق اسلام میں معاد کے تفصیلات کی معرفت ضروری نہیں۔

اب اگر کوئی اس اجمالی عقیدے سے تجاوز کر کے اس کی تفصیلات میں صرف اس لیے جانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے قلب کو مطمئن کرے اور ان شبہات کو دور کرے جو اہل تشکیک ابھارتے ہیں تو وہ اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور ایسے تنازعات میں پڑتا ہے جن کی کوئی انتہا نہیں۔ دین میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو ان تفصیلات کی دعوت دیتی ہو جن سے متکلمین اور فلاسفہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان فضول کتابوں میں مجادلین کی کوششیں، اوقات اور فکر ضائع

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بغیر کسی فائدہ کے صرف ہوتی ہیں۔ ان شکوک و شبہات کی تردید کے لیے ہمارا اس پر قناعت کرنا کافی ہے کہ انسان اُن امور کے ادراک سے قاصر ہے جو اس کی نظر سے اوجھل ہیں یا اس کے احاطۂ وجود سے باہر ہیں لیکن ہم اس کے ساتھ ساتھ یہ جانتے ہیں کہ خدائے عالم و قادر نے ہمیں معاد اور بعث کے وقوع کی خبر دی ہے۔ انسان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ان مباحث میں پڑے جن کی اسے معرفت نہیں اور جو اس کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہیں جب تک کہ اس کی موت واقع نہ ہو جائے اور وہ اس عالمِ حس و تجربہ سے منتقل نہ ہو جائے۔ اس سے یہ کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مستقل طور پر اپنی فکر و تجربہ سے اس چیز کی نفی یا اثبات کا حکم لگائے چہ جائیکہ اس کی تفصیلات اور خصوصیات کو حاصل کرے۔ یہ تو فقط تخمین و اندازہ و استغراب پر بھروسہ کرنا ہے یہی انسانی خیال کا مزاج بھی ہے کہ وہ اس چیز کو عجیب و غریب سمجھتا ہے جس سے اسے انس و الفت نہ ہو اور جسے اس کا علم و احساس درک نہ کر سکے جیسا کہ اس شخص نے اپنی جہالت کی وجہ سے بعث و معاد کے عقیدے کو عجیب و غریب سمجھ کر اپنے سے دُور کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کون ان بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔ (قرآن)"

ظاہر ہے کہ اس کو عجیب و غریب سمجھنے کی اس کے پاس کوئی دلیل و سند نہ تھی سوائے اس کے کہ اس نے آج تک کسی ایسی میت کو نہ دیکھا تھا کہ اس کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد نئے سرے سے اس میں حیات لوٹ آئی ہو لیکن وہ تعجب کرنے والا یہ بات بھول گیا تھا کہ اس کی ذات پہلی مرتبہ کسی طرح پیدا ہوئی تھی جب کہ وہ عدم محض تھا اور اس کے اجزائے بدن ریزہ ریزہ تھے۔ جنہیں زمین نے اٹھا رکھا تھا اور فضا نے گھیر رکھا تھا اور وہ اِدھر اُدھر سے مل کر اکٹھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ مکمل صاحب بیان بشر بن گیا۔

"کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا۔ پس اب وہ جھگڑالو بن گیا اور وہ ہمارے سامنے مثالیں پیش کرتا ہے اور وہ اپنی خلقت کو بھول

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

چکا ہے۔ (قرآن)"

ایسے قائل سے جو اپنی ذات کو بھول چکا ہے۔ کہا جائے گا۔

"اسے وہ زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق سے باخبر ہے۔" (قرآن)

اس سے کہا جائے گا کہ خالق کائنات اور اس کی قدرت کا اعتراف کر چکا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی دی ہوئی خبروں کا معترف ہے۔ تیرا علم اپنی ذات کی خلقت اور تکوین کے رازوں کے ادراک سے قاصر ہے تو بے شعور، بے ارادہ اور بے عقل نطفہ سے اوپر کے مراحل کی طرف منتقل ہوا۔ تیری ترکیب ایک دوسرے سے دور ذرات سے ہوئی اور اب تو ایک مکمل، عاقل، مدبر، ذی شعور اور صاحب احساس بشر کی منزل میں آگیا تو ان چیزوں کی معرفت کس طرح حاصل کر سکتا ہے کہ جس کے کشف کی تیرے تجربات و علوم میں قابلیت بھی نہیں۔ اس وقت تیرے لیے اور کوئی چارۂ کار نہیں سوائے اس کے کہ تو ذلیل ہو کر اس حقیقت کا اعتراف کرلے کہ تیرا علم اس عالم و قدیر اور مدبر کائنات تک نہیں پہنچ سکتا جس نے تجھے عدم اور ذرات سے پیدا کیا تو ان حقائق کا انکشاف نہیں کر سکتا جن کا تعلق خدائے وحدہٗ لاشریک کے ارادے سے ہے تو گمراہی کے صحرا میں بھٹک رہا ہے اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں گردش کر رہا ہے۔

انسان نے اگرچہ بجلی، راڈار اور اسی طرح کے دیگر انکشافات کو معلوم کر لیا ہے اور ذرات پر بھی قبضہ کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ابھی تک بجلی کی حقیقت اور ذرات کی ماہیت معلوم کرنے سے قاصر ہے بلکہ ان کا ایک وصف اور ایک خاصہ تک نہ معلوم کر سکا۔ پھر وہ کس طرح خلقت و تکوین کے رازوں کو پہچان سکتا ہے چہ جائیکہ وہ معاد و بعث و قیامت کے راز جان سکے۔

ہاں انسان کو چاہیئے کہ اسلام پر ایمان لانے کے بعد خواہشات کی پیروی سے اجتناب کرے اور ان چیزوں میں مشغول رہے جن سے اس کی آخرت اور دنیا کی اصلاح ہو جن

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

سے اس کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک بلند ہو اور ان امور میں غور و فکر کرے جن کا موت کے بعد سامنا ہوگا مثلاً شدائد قبر ملک عدم میں جانے کے بعد حساب و کتاب اور اس دن سے ڈرے جس دن کوئی نفس دوسرے نفس کی طرف سے کوئی بدلہ نہ دے سکے گا اور نہ کوئی سفارش قبول ہوگی۔ اب تک جن عقائد کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کا علم حاصل کرنا ہر ذمہ دار انسان کے لیے ضروری ہے۔ اگر مزید تفصیلات کا شوق ہو تو ان پر چھوٹی بڑی کتب علمائے شیعہ نے ہزاروں کی تعداد میں تصنیف کی ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے۔

فروعِ دین :

اگرچہ تمام مسائل دینی جن کا تعلق خواہ انسان کی انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی سے وہ سب دین کی فرع ہیں لیکن ابتدائی طور پر بچوں کو سمجھانے یا نئے مسلمانوں کو متوجہ کرنے کے لیے جن چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ دس ہیں۔

۱۔ نماز۔ ۲۔ روزہ۔ ۳۔ حج۔ ۴۔ زکوٰۃ۔ ۵۔ خمس۔ ۶۔ جہاد ۷۔ تولا۔ ۸۔ تبرا۔ ۹۔ امر بالمعروف ۱۰۔ نہی عن المنکر۔

نماز :

جو شخص دین اسلام کو اپناتا ہے۔ اس کے لیے خدا کے ہر حکم کی پیروی ضروری ہے اور اسے ہر کام خدا کی رضا اور اس کے تقرب کے لیے کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ہر کام کرتے وقت یہی نیت و ارادہ رکھے تو اس کا یہ کام عبادت ہے لیکن کچھ امور ایسے ہیں کہ جب تک ان کو اس نیت سے بجا نہ لایا جائے کہ اس فعل سے میں خدا کو راضی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے حکم کی اطاعت کرنا چاہتا ہوں۔ وہ امور عبادت میں شمار نہ ہوں گے جن امور میں قصد تقرب الٰہی یا اس کے حکم کی بجاآوری نہ ہو۔ انھیں معاملات کہتے ہیں مثلاً خرید و فروخت یا دوسرے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

معاملات جن کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ ان عبادات میں سے اہم ترین عبادت نماز ہے۔ یہ واضح ہے کہ ادیانِ عالم کے پیروکار کسی نہ کسی رنگ میں اپنے خالق کی عبادت کرتے ہیں لیکن مسلمان اپنی اس عبادت کو جسے نماز کہتے ہیں بہت اہمیت دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دین اسلام نے خود اس کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہاں تک کہ کفر و اسلام کے درمیان اسے حدِ فاصل قرار دیا ہے۔

اقسامِ نماز :

وہ نمازیں جو اسلام میں واجب ہیں حسبِ ذیل ہیں :

۱۔ نماز پنجگانہ ۔ ۲۔ نماز آیات مثلاً زلزلہ آجائے یا چاند، سورج گرہن لگ جائے یا ایسی کوئی آسمانی آفت رونما ہو جس سے اکثر لوگ ڈر جائیں تو یہ نماز واجب ہو جاتی ہے۔ ۳۔ نماز میت۔ اگر کوئی مسلمان مر جائے تو اس پر یہ نماز پڑھی جاتی ہے ۔ ۴۔ نماز طواف خانہ کعبہ ۔ ۵۔ ماں باپ کی قضا شدہ نمازیں جو بڑے بیٹے پر واجب ہیں۔ ۶۔ وہ نماز جو نذر قسم یا عہد کی وجہ سے انسان پر واجب ہوتی ہیں۔

پنجگانہ نماز :

جب انسان اس کائنات کے خالق کو تسلیم کر چکا تو ضروری ہے کہ اس مالک کے ساتھ اس کا ربط برقرار رہے۔ اس ربط کو مضبوط رکھنے کے لیے ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ روزانہ کم از کم پانچ بار خدا کو یاد کرے اور اس کی اس طرح عبادت کرے جیسی خدا چاہتا ہے۔

صبح کی نماز :

یہ نماز دو رکعت ہے کہ جسے صبح صادق سے لے کر سورج نکلنے تک پڑھا جا سکتا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے۔ اگر اسے اوّل وقت پر پڑھا جائے تو بہتر ہے۔

ظُہر کی نماز :

یہ نماز چار رکعت ہے جسے سُورج کے زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک پڑھ سکتا ہے لیکن یہ نماز عصر سے قبل پڑھی جائے گی۔

عصر کی نماز :

نماز ظہر کے بعد غروب آفتاب تک نماز عصر کا وقت ہے۔ اگر وقت فضیلت پر ادا کی جائے تو اور بہتر ہے۔ یہ نماز بھی چار رکعت ہے۔

مغرب کی نماز :

جب سُورج پوری طرح غروب ہو جائے تو اس وقت سے لے کر آدھی رات تک یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے لیکن یہ نماز عشاء سے قبل پڑھی جائے گی۔ یہ نماز تین رکعت ہے۔

عشا کی نماز :

نماز مغرب کے بعد یہ نماز پڑھی جاتی ہے اسے آدھی رات تک پڑھ سکتے ہیں یہ نماز چار رکعت ہے۔

جو نمازیں چار رکعت ہیں سفر کے دوران دو رکعت ہو جاتی ہیں۔ بشرطیکہ یہ سفر آمد و رفت کے ساتھ مل کر ستائیس میل ہو اور کسی جگہ دس دن رہنے کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہاں قیام کے دوران پوری پڑھی جائے گی۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

نماز کی تیاری :

پہلے ضروری ہے کہ انسان ظاہری اور باطنی نجاست سے پاک ہو یعنی اس کے جسم پر پیشاب پاخانہ، خون، شراب کی نجاست موجود نہ ہو جس جگہ نماز پڑھ رہا ہے وہ بھی پاک ہونی چاہیئے خصوصیت سے پیشانی کی جگہ کا پاک ہونا تو ضروری ہے۔ باطنی نجاست سے مراد یہ ہے کہ اگر اس پر کوئی غسل واجب ہو تو وہ پہلے کرے باقی افعال کے ساتھ وضو بھی ضروری ہے۔

وضو کی کیفیت :

پہلے نیت کرے کہ میں فلاں نماز کے لیے، وضو کرتا ہوں قربۃً الی اللہ دو مرتبہ کلائیوں تک ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ کلی کرے پھر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرے پھر پیشانی کے اوپر بال اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی تک لمبائی میں اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے درمیان چوڑائی میں چہرے کو دھوئے ایک دفعہ دھونا ضروری دوسری دفعہ دھونا مستحب تیسری دفعہ دھونے سے وضو باطل ہو جائے گا اس کے بعد دائیں ہاتھ کو کہنی سے تھوڑا اوپر سے لے کر انگلیوں کے سرے تک دھوئے۔ یہی صورت بائیں ہاتھ کی ہے پھر اس تری سے جو دائیں ہاتھ پر موجود ہے۔ پیشانی کے سامنے جو سر کا حصہ ہے اس پر ایک انگل کی لمبائی اور تین انگلیوں کی چوڑائی میں مسح کرے۔ پیشانی سے تھوڑا سا اوپر ہاتھ روک لے تاکہ منہ کی تری سے ہاتھ دوبارہ تر نہ ہو۔ سر کا مسح کر لینے کے بعد پہلے دائیں پاؤں کا مسح اسی ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے لے کر پنڈلی جدا ہونے والی جگہ تک کرے۔ اسی طرح بائیں پاؤں کا مسح کرے۔

اذان :

وضو کر لینے کے بعد نماز پڑھنے والی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور اذان کہے جس کے الفاظ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

درج ذیل ہیں :

چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیًّا وَلِیُّ اللّٰہ دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح دو مرتبہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ۔

اقامت :

اذان کے بعد دعا مانگے اور پھر اقامت کہے اذان اور اقامت میں صرف اتنا فرق ہے کہ اقامت کی ابتدا میں اللہ اکبر صرف دو مرتبہ کہے اور حیّ علی خیر العمل کے بعد دو مرتبہ قد قامت الصّلوٰۃ کہے اور آخر میں دو مرتبہ کے بجائے ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہے ۔

کیفیتِ نماز :

پہلے نیت کرے کہ میں مثلاً صبح کی دو رکعت نماز پڑھتا ہوں ۔ واجب قربۃً الی اللہ ۔ یہ نیت کرکے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کے مدِ مقابل لے جاکر اللہ اکبر کہے ۔ اس کے بعد سورۂ حمد کی تلاوت کرے ۔

سورۂ حمد :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اس کے بعد سورۂ اخلاص جسے سورۂ توحید بھی کہتے ہیں پڑھے۔

سورۂ اخلاص :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

اس کے بعد ہاتھوں کو کانوں تک بلند کرکے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ پھر رکوع میں جائے یعنی اتنا جھک جائے کہ اس کے دونوں ہاتھ زانوؤں کے اوپر تک پہنچ جائیں۔ اسی کیفیت میں رہ کر تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور ایک مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ کہے پھر سیدھا کھڑا ہو جائے اور کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ اسی کیفیت سے کہے پھر سجدہ کرے۔ سجدے کے لیے زمین یا اس کے ان اجزا پر جو معدنیات یا انسان کی غذا یا لباس نہ بنتے ہوں، پیشانی رکھے مثلاً پتھر یا وہ درخت کے پتے جنہیں انسان نہیں کھاتے بوریا چٹائی بشرطیکہ وہ کپڑے سے نہ بنائی گئی ہو۔ پیشانی کے علاوہ کانوں کے برابر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے انگوٹھے زمین پر رکھ دے اور پھر تین مرتبہ سبحان اللہ اور ایک مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِهٖ کہے۔ رکوع و سجود میں اگر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر صلوات پڑھے تو بہت اچھا ہے۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ جائے۔ اور اللہ اکبر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ کہے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر دوبارہ اسی کیفیت سے سجدہ کرے، اس کے بعد اُٹھ بیٹھے اور اللہ اکبر کہے پھر اٹھتے اٹھتے بِحَوْلِ اللّٰهِ وَقُوَّتِهٖ اَقُوْمُ اَقْعُدُ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ پھر سورۂ الحمد اور سورہ اخلاص یا کوئی دوسری سورت پڑھے۔ دونوں سورتیں پڑھ لینے کے بعد دونوں ہاتھ ملا کر چہرے کے سامنے اس طرح رکھے کہ ان کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں پھر یہ دعا پڑھے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

پھر گذشتہ طریقے پر رکوع کرے اور اس میں وہی ذکر پڑھے پھر کھڑا ہو جائے پھر دونوں سجدے کرے۔ سجدوں سے فارغ ہو کر بائیں ران پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کا اوپر والا حصہ بائیں پاؤں کے تلوے پر رکھ دے۔ مطمئن بیٹھ جانے کے بعد یہ تشہد پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

اگر نماز دو رکعت ہے تو اس کے بعد کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

اسے سلام کہتے ہیں تو یہیں نماز ختم ہو جائے گی پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اگر نماز تین رکعتی یا چار رکعتی ہے تو تشہد پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور قیام کی حالت میں ایک رکعت ہو یا دو رکعتیں ان میں صرف سورۂ الحمد پڑھے یا تین مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کہے۔ پھر گذشتہ کیفیت کے مطابق رکوع اور دونوں سجدے بجا لائے۔ ان کے بعد بیٹھ کر تشہد پڑھے اور آخر میں سلام پڑھ کر نماز ختم کرے۔

تسبیح جناب سیّدہ:

اس کے بعد اس طرح تسبیح پڑھے ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پھر جو دعائیں پڑھنی چاہے پڑھے۔ اس کے بعد سجدۂ شکر بجا لائے جس میں اتنا ہی کافی ہے کہ شکر کی نیت سے پیشانی زمین پر رکھ کر سو مرتبہ یا تین مرتبہ شکراً للہ کہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

روزہ :

روزہ کے معنی حکم خداوندی کو بجالانے کے لیے صبح صادق سے لے کر سورج کے مکمل غروب تک کھانے پینے، جماع کرنے، خود منی نکالنے، خدا اور رسولؐ و ائمہ طاہرین پر جھوٹ بولنے، گاڑھے غبار کو حلق تک لے جانے، پانی میں غوطہ لگانے، صبح صادق تک جنابت پر قائم رہنے، امالہ کرنے خود بخود قے کرنے سے اپنے کو روکنا ہے۔ سال میں ماہ رمضان کے روزے رکھنا واجب ہے۔ روزہ کے دیگر مسائل کتب فقہ میں مل سکتے ہیں۔

حج :

مکہ میں خدا کے گھر کی زیارت عمر بھر میں ایک مرتبہ بشرط استطاعت واجب ہے۔ وہاں کے اعمال دو قسم کے ہیں۔ ایک کو حج دوسرے کو عمرہ کہتے ہیں۔ ان کی تفاصیل کتب فقہ میں درج ہیں۔

زکوٰۃ :

جو شخص حسب ذیل اشیاء کا مالک ہے۔ حکومت اسلامی کی طرف سے شرائط مقررہ کے ساتھ اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ گندم جو کھجوریں، کشمش، سونا، چاندی، اونٹ، گائے اور گوسفند زکوٰۃ حسب ذیل مصارف میں صرف کی جاتی ہے۔

۱۔ فقراء و مساکین جو سال بھر کا ایک مشت یا ملازمت و محنت و مزدوری وغیرہ کے ذرائع سے خرچ نہ رکھتے ہوں۔

۲۔ اس شخص کو بھی زکوٰۃ میں سے مصارف دیئے جائیں گے جو امامؑ یا نائب امام کی طرف سے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۳۔ ان کفار کو بھی دی جا سکتی ہے جو زکوٰۃ پانے سے اسلام کی طرف مائل ہو جائیں، یا جنگ کے زمانے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔

۴۔ غلام خرید کر آزاد کرنے پر زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے۔

۵۔ وہ مقروض زکوٰۃ لے سکتا ہے جو اپنا قرض ادا نہ کر سکے۔

۶۔ ایسے امور میں بھی زکوٰۃ صرف کی جا سکتی ہے جو تمام مسلمانوں کے لیے فائدہ مند ہوں مثلاً مسجد، پُل، تالاب بنوانا مدارس دینی اور کُتب اسلامی کی نشر و اشاعت یا مبلغین کی امداد کرنا۔

۷۔ وہ مسافر جس کا سفر میں زادِ راہ ختم ہو چکا ہو اور وہ قرض نہ لے سکتا ہو نہ کسی اور ذریعے سے اپنے وطن تک پہنچ سکتا ہے۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے دیگر کتب ملاحظہ فرمائیں۔

خُمس :

خمس کا مطلب پانچواں حصّہ ہے۔ حسبِ ذیل امور کا پانچواں حصّہ نکالنا دینِ اسلام میں واجب ہے۔

۱۔ تجارت صنعت یا دیگر ذرائع سے حاصل شدہ اموال سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے سال بھر کے اخراجات منہا کرنے کے بعد بچے ہوئے مال کا پانچواں حصّہ دینا ہے۔

۲۔ اگر کسی کو سونے، چاندی، کوئلہ، ہیرہ، فیروزہ، تیل کی کان مل جائے یا کسی کی ملکیت میں سے اسے مال نکالنے کی اجازت ہو تو اس کا پانچواں حصّہ نکالنا پڑے گا۔

۳۔ اگر کسی کو دفینہ مل جائے تو اس میں سے پانچواں حصّہ نکالا جائے گا۔

۴۔ اگر حلال مال میں حرام مل جائے جب کہ ہر ایک کی مقدار معلوم نہ ہو تو خمس نکال کر اسے اپنے مصرف میں لایا جا سکتا ہے۔

۵۔ دریا یا سمندر میں غوطہ لگانے سے جو جواہرات ملیں ان کا خمس دینا ہوگا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۶۔ اگر کفار سے جنگ میں مالِ غنیمت ہاتھ لگے تو خمس نکالنے کے بعد مجاہدین یا دوسرے لوگوں میں تقسیم ہوگا۔

۷۔ جو زمین کافر ذمی کسی مسلمان سے خریدے۔ اس کا خمس اسے دینا پڑے گا۔ مزید تفصیل دیگر کتب سے حاصل کریں۔

مصرفِ خمس :

خمس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ مال سادات اور دوسرا مال امام۔ مال سادات بنی ہاشم میں سے فقراء مساکین اور یتامیٰ پر تقسیم ہوگا اور مال امام چونکہ ملکیت امام ہے۔ اس لیے وہی جہاں چاہیں گے خرچ کریں گے۔ البتہ اس زمانے میں نائب امام جامع الشرائط کی خدمت میں پیش کیا جائے گا تاکہ وہ رضائے امامؑ کا احراز کر کے اسے صرف کرے۔

جہاد :

حکم نبی یا حکم امام سے اہلِ باطل کے ساتھ جنگ کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تولّا :

اس کے معنی خدا و رسولؐ اور ائمہ اہل بیت جس سے محبت کریں۔ اس سے محبت کرنا ہے

تبرّا :

اس کے معنی جن لوگوں سے خدا، رسولؐ اور ائمہ اہل بیتؑ ناراض ہیں۔ ان سے بیزاری ہے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

امر بالمعروف :

ایک دوسرے کو اچھی چیزوں کو حکم دینا خواہ وہ عبادات سے تعلق رکھتی ہوں یا معاملات سے۔

نہی عن المنکر :

ایک دوسرے کو بُری چیزوں سے منع کرنا خواہ اس کا نقصان فرد کو ہو یا معاشرے کو موجودہ زمانے میں آخری دو احکام نہ بجالانے کی بنا پر معاشرہ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ کاش مسلمان باقی احکامِ دین کے ساتھ ساتھ ان پر بھی عمل کرتے۔

فروع دین میں تقلید ضروری ہے :

چونکہ دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور اس میں انسان کے انفرادی، اجتماعی، دینی اور سیاسی تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اس لیے ہر انسان کے لیے اپنی زندگی کے تمام امور میں حکم خدا کا معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ اس پر عمل کر کے اپنے خالق کو راضی کر سکے۔ احکامِ خداوندی پر صحیح طور سے عمل کرنے کے تین ذرائع ہیں۔

۱۔ انسان خود محنت کر کے کتاب خدا سنت رسولؐ اور فرامین آلِ محمدؐ سے اپنی ضرورت کے احکام معلوم کرے۔ ان پر عمل کرے۔

۲۔ اگر اس کے بس میں ہو تو تمام اعمال احتیاط سے بجالائے۔

۳۔ کسی عالم مجتہد کی تقلید کرے جو جامع الشرائط ہو، عالم ہونے کے علاوہ عاقل و عادل ہو۔ اپنے نفس کو برائیوں سے محفوظ رکھتا ہو۔ دین کا محافظ ہو۔ اپنی خواہشات کا مخالف ہو۔ اپنے آقا و مولا کے حکم کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

اب اگر کوئی شخص نہ خود مجتہد ہے نہ احتیاط پر عمل کرتا ہے نہ کسی مجتہد کی تقلید کرتا ہے

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

تو اس کی تمام عبادتیں بیکار ہیں۔ خواہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور ساری عمر عبادت میں بسر کرے البتہ اگر وہ کسی مجتہد کے فتوے کے مطابق عمل کرتا رہا جس کی بعد میں وہ تقلید کرنے والا ہو اور اپنے اعمال قصد قربت سے بھی بجالاتا رہا ہو تو ایسے شخص کا عمل درست ہے۔

اجتہاد :

چونکہ دین کا تعلق پوری نوع انسانیت کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح طور پر دین کے اصول و فروع کو سمجھے اور ان کی روشنی میں عمل کرے۔ لیکن چونکہ یہ بہت بڑا موضوع ہے اور متعدد علوم کی مہارت کے بعد انسان میں دین کو سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو سکتا ہے بلکہ بعض افراد میں تو یہ استعداد ہی نہیں ہوتی کہ وہ ایسا کر سکیں اور پھر ضروریات معاش و نظام عالم بھی اجازت نہیں دیتے کہ ہر شخص اس میں لگا رہے لہٰذا اگر کچھ افراد ایسے مل جائیں جو معاشرے کی اس ضرورت کو پورا کر سکیں جیسا کہ دیگر شعبہ ہائے زندگی میں ہوتا ہے کیونکہ نہ سب ڈاکٹر ہیں نہ سب وکیل نہ سب تاجر ہیں نہ سب حکومت کے کارندے تو باقی افراد پر لازم ہے کہ وہ مسائل دین میں انھیں کی طرف رجوع کریں اور چونکہ دین کا معاملہ زیادہ اہم ہے۔ لہٰذا کوشش کرنا چاہیے کہ جو سب سے زیادہ دین کے علوم میں مہارت رکھتا ہو۔ اس کے فتوے کے مطابق عمل کیا جائے

مقام مجتہد :

اصل میں دین کو خدا کے معین شدہ نمائندوں سے اخذ کرنا ضروری ہے۔ خواہ وہ نبی ہو یا امام۔ چونکہ امام زمانہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ اس لیے انھوں نے خود یہ حکم دیا ہے کہ مسائل دین میں علمائے اعلام کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس حکم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علما امام زمانہ کے حکم سے متعین ہیں لہٰذا اس دور میں نائب امام ہی حاکم و رئیس مطلق ہے۔ اب اس کو امام کی طرح فیصلہ دینا ہے اور جس طرح امام کے فیصلوں کو رد کرنا خدا اور نبی کے فیصلوں کا رد کرنا

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ہے اسی طرح نائب امام کے فیصلوں کا ردّ کرنا ہے۔ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے۔ کہ علماء کے فیصلوں کا ردّ کرنے والا امام کے فیصلوں کا ردّ کرنے والا ہے اور امام کے فیصلوں کا ردّ کرنے والا خدا و رسولؐ کے فیصلوں کو ردّ کرنے والا ہے اور خدا کے حکم کا ردّ کرنے والا مشرک ہے جس طرح اس کے فتوے کے مطابق تمام احکام میں عمل کرنا ہے اسی طرح اس کے حکم اس کے فیصلے اور اس کے قضا کو بھی ماننا ضروری ہے اور جو مال امام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان میں وہی مرجع ہے۔ یہ قدر و منزلت مجتہد کو امام نے عطا فرمائی ہے۔ اسی لیے اسے نائب امام کہا جاتا ہے۔ اگر چند مجتہدین ایسے ہوں کہ جن کے متعلق اعلم ہونے کا فیصلہ نہ ہو سکے تو پھر بحکم عقل انسان کو اختیار ہے کہ ان میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرے۔ یہی طریقہ ڈاکٹر، وکیل اور دوسرے ماہرین کے سلسلے میں اختیار کیا جاتا ہے اور یہ طریقہ عقلا کی نگاہ میں بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ اس کے خلاف عمل کرنا قبیح سمجھا جاتا ہے۔ الحمدللہ اس وقت شیعہ قوم میں چند ہستیاں ایسی موجود ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کی تقلید ہو سکتی ہے ان چند مجتہدین کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

۱۔ مجاہدِ اکبر آیت اللہ العظمیٰ سید رُوح اللہ خمینی۔ ایران

۲۔ آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الخوئی۔ نجف اشرف

۳۔ آیت اللہ العظمیٰ سید محمد رضا گلپائیگانی۔ ایران

۴۔ آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین نجفی مرعشی

نوٹ:

میں نے اس کتاب کی تیاری میں آیت اللہ شیخ محمد رضا المظفر مرحوم کی کتاب عقائد الامامیہ اور امام آیت اللہ العظمیٰ سید رُوح اللہ خمینی کی کتاب توضیح المسائل سے استفادہ کیا ہے۔ خداوندِ عالم میری اس ناچیز کوشش کو بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

ارشادات و نصائح

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

۱۔ فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اُونٹ کا وہ بچّہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں۔ کہ نہ تو اس کی پیٹھ پر سواری کی جا سکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دُودھ دوہا جا سکتا ہے۔

۲۔ جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا، اس نے خود کو سُبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلّت پر آمادہ ہو گیا اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا اُس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کر لیا۔

۳۔ بُخل ننگ و عار ہے اور بُزدلی نقص و عیب ہے اور غربت مردِ زیرک و دانا کی زبان کو دلائل کی قوّت دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے، اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے، اور عجز و درماندگی مُصیبت ہے اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے اور دُنیا سے بے تعلّقی بڑی دولت ہے اور پرہیز گاری بڑی سپر ہے۔

۴۔ عقل مند کا سینہ اُس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے اور کُشادہ رُوئی محبت و دوستی کا پھندا ہے اور تحمّل و بُردباری عیبوں کا مدفن ہے (یا اس فقرہ کے بجائے حضرت نے فرمایا کہ) صلح و صفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

۵۔ جو شخص خود کو بہت پسند کرتا ہے وہ دوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے اور دُنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۶۔ یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے اور ہڈی سے سُنتا ہے اور ایک سُوراخ سے سانس لیتا ہے۔

۷۔ جب دُنیا اپنی نعمتوں کو لے کر کسی کی طرف بڑھتی ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اسے عاریتاً دے دیتی ہے اور جب اس سے رُخ موڑ لیتی ہے تو خود اس کی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

۸۔ لوگوں سے اِس طریقہ سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔

۹۔ دُشمن پر قابو پاؤ تو اِس قابو پانے کا شکرانہ اُس کو معاف کر دینا قرار دو۔

۱۰۔ جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے اُنھیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

۱۱۔ جسے قریبی چھوڑ دیں اُسے بیگانے مل جائیں گے۔

۱۲۔ ہر فتنے میں پڑنے والا قابلِ عتاب نہیں ہوتا۔

۱۳۔ سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہو جاتی ہے۔

۱۴۔ اُن لوگوں کے بارے میں جو آپ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے۔ فرمایا ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

۱۵۔ جو شخص اُمید کی راہ میں بگ ٹٹ دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

۱۶۔ بامروّت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو (کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اُوپر اُٹھا لیتا ہے۔

۱۷۔ خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے اور فرصت کی گھڑیاں (تیز رو) ابر کی طرح گزر جاتی ہیں لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

۱۸۔ جسے اس کے اعمال پیچھے ہٹادیں اُسے حسب ونسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

۱۹۔ کسی مضطرب کی داد فریاد سننا اور مُصیبت زدہ کو مُصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔

۲۰۔ اے آدم کے بیٹے! جب تُو دیکھے کہ اللہ سُبحانہٗ تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے تو اُس سے ڈرتے رہنا۔

۲۱۔ جب کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وُہ اس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

۲۲۔ مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

۲۳۔ بہترین زُہد، زُہد کا مخفی رکھنا ہے۔

۲۴۔ جب تم دنیا کو پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمہاری طرف رُخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہے تو پھر ملاقات میں دیر کیسی۔

۲۵۔ ڈرو! ڈرو اس لیے کہ بخدا اس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے۔

۲۶۔ نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور بُرائی کا مرتکب ہونے والا خود اس بُرائی سے بدتر ہے۔

۲۷۔ حضرت سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ صبر کی چار شاخیں ہیں :۔ اشتیاق، خوف، دُنیا سے بے اعتنائی اور انتظار، اس لیے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا۔ وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا۔ وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مُصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں :۔ تابندہ نگاہی، حقیقت رسی، عبرت

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا، اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی، اور جس کے لیے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا وہ عبرت سے آشنا ہو گا۔ اور جو عبرت سے آشنا ہو گا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔ اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں۔ تہوں تک پہنچنے والی فکر اور علمی گہرائی۔ فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا اور جو علم کی گہرائیوں میں اترا وہ فیصلہ کے چشموں سے سیراب ہو کر پلٹا، اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔ اور جہاد کی بھی چار شاخیں ہیں، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری اور بدکرداروں سے نفرت، چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی، اور جس نے نہی عن المنکر کیا اس نے کافروں کو ذلیل کیا، اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو برا سمجھا اور اللہ کے لیے غضب ناک ہوا اللہ بھی اس کے لیے دوسروں پر غضب ناک ہو گا اور قیامت کے دن اس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

۲۸۔ سخاوت کرو لیکن فضول خرچی نہ کرو اور کفایت شعاری کرو مگر بخل نہیں۔

۲۹۔ بہترین دولت مندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کر دے۔

۳۰۔ جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے کہ جو انھیں ناگوار گزریں تو پھر وہ اس کے لیے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنھیں وہ جانتے نہیں۔

۳۱۔ جس نے طول طویل امیدیں باندھیں اس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے۔

۳۲۔ امیر المومنینؑ سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا تو وہ آپؑ کو دیکھ کر پیادہ ہو گئے اور آپؑ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

بجالاتے ہیں، آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ البتہ تم اس دُنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو، وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اخروی ہو اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

۲۳۔ مستحبات سے قُربِ الٰہی حاصل نہیں ہو سکتا جبکہ وہ واجبات کی راہ میں سدِ راہ ہوں۔

۲۴۔ عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے، اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔

۲۵۔ اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا۔ اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دُور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے مگر وُہ گناہوں کو مٹاتا اور اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں ثواب اس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے اور خداوندِ عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاکدامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنّت میں داخل کرتا ہے۔

۲۶۔ خوشا نصیب اُس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب کتاب کے لیے عمل کیا، ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

Presented by: https://jafrilibrary.com

"امامیہ پبلیکیشنز" کی فخریہ پیشکش

نامور علماء اسلام اور ذاکرین اہلبیتؑ کی مجالس عزا اور دیگر اسلامی و دینی موضوعات پر مثلاً تفسیر قرآن حکیم۔ فقہی مسائل۔ تلاوت قرآن حکیم دعائے کمیل۔ دعائے توسل۔ دروس نہج البلاغہ۔ اصول دین مسائل حج۔ انقلاب اسلامی ایران۔ ایران عراق جنگ کی وی سی آر (ویڈیو) اور ٹیپ ریکارڈ کی کیسٹیں تیار کی جا رہی ہیں۔

مزید معلومات بذریعہ خط و کتابت حاصل کر سکتے ہیں۔

"امامیہ پبلیکیشنز" ۱۷ نور چیمبرز گنپت روڈ لاہور نمبر ۲ پاکستان

Presented by: https://jafrilibrary.com